# بہن اور بیٹی





ڈاکٹر محمد ایوب



# بہن اور بیٹی

ڈاکٹر محمد ایوب

اُستاد شعبۂ پنجابی

سارہ پبلی کیشنز مکان نمبر 85 گلی نمبر 9 قاسم آباد جھنگ روڈ فیصل آباد

**موبائل: 0333-6566519**

| | | |
|---|---|---|
| اشاعت | : | 2025ء |
| نام کتاب | : | بہن اور بیٹی |
| مصنف | : | ڈاکٹر محمد ایوب |
| اہتمام اشاعت | : | مہر گرافکس اینڈ پبلشرز |
| ناشر | : | راشد حسین |
| کمپوزنگ | : | زبیر حسن جیری |
| بائنڈنگ | : | محمد عمران |
| قیمت | : | 450 |

Behn aur Beti

by

**Dr. Muhammad Ayyub**

**ISBN: 978-969-7866-06-8**

---

اہتمامِ اشاعت

مہر گرافکس اینڈ پبلشرز

Mob:0306-5267717,0325-6177717

E-mail:rashidh30@gmail.com

# لکھاری دیاں کتاباں

## شخصیت تے فن

خواجہ علی بہادر دی کلیات ''دکھاں دے پندھ'' دا اک فکری ویروا تے لکھاریاں دی پذیرائی 2012ء

شریف فیاض وزیر آبادی (فن اور شخصیت) 2018ء

شہباز دانش (شخصیت تے فن) (پرکھ) 2020ء

گل زیب عباسی (شخصیت تے فن) (پرکھ) 2021ء

ارشاد ڈیروی (شخصیت تے فن) (پرکھ) 2022ء

سلطان کھاروی بطور شاعر (پرکھ) 2022ء

ڈاکٹر سید قاسم جلال (شخصیت تے فن) 2023ء

زاہد اقبال بھیل (شخصیت تے فن) 2023ء

ڈاکٹر حفیظ احمد: شخصیت تے فن 2024ء

## سفرنامہ

سوہنے ماہیؐ دے دیس ول (سفرنامہ) 2018ء

کاغان وادی (سفرنامہ) 2023ء

اے اللہ میں حاضر آں (سفرنامہ حج) 2024ء

## گوجری/ پہاڑی زبان وادب

گوجری زبان وادب (کھوج) 2018ء

گوجری زبان وادب (دوجا حصہ) (کھوج) 2022ء

گوجری زبان وادب (گوجری ماہیا) 2025ء

پہاڑی زبان وادب (تنقید اور تحقیق) 2025ء

## لوک ادب

ورثے دی چھاں (کھوج، لوک ادب) 2019ء

ورثے دی چھاں (کھوج، لوک ادب) (دوجا حصہ) 2020ء

ورثے دی چھاں ( کھوج، لوک ادب ) تیجا حصہ 2021ء

## سیرت پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

طب نبویؐ تے پنجابی ادب ( سیرت رسول اللہؐ ) 2020ء

جیون جاچ سوہنے نبیؐ دی سیرت پاک راہیں ( سیرتِ رسولؐ ) 2021ء

جیون جاچ: سوہنے نبیؐ دی سیرت پاک راہیں ( معاملاتِ زندگی ) 2024ء

جیون جاچ سوہنے نبیؐ دی سیرت پاک راہیں ( صحت دے اصول ) 2025ء

## بال ادب

باتاں دادی دیاں ( پہلا حصہ ) ( لوک کہانیاں ) 2021ء

باتاں دادی دیاں ( دوجا حصہ ) ( لوک کہانیاں ) 2022ء

باتاں دادی دیاں ( تیجا حصہ ) ( لوک کہانیاں ) 2025ء

## کھوج تے پرکھ

تنقیدی ویروے ( پرکھ ) 2019ء

سوجھ سار ( کھوج تے پرکھ ) 2020ء

سوجھ سار ( دوجا حصہ ) ( کھوج تے پرکھ ) 2022ء

پنجابی ادب تے سکھ مت ( کھوج ) 2023ء

سوجھ سار ( تیجا حصہ ) ( پرکھ ) 2024ء

تنقیدی ویروے ( دوجا حصہ ) 2025ء

## اُردو ادب

پرکھ ( اردو تنقید ) 2023ء

عاصم بخاری ( شخصیت اور فن ) 2024ء

پروفیسر اور انجینئر ( شخصیت اور فن ) 2025ء

بہن اور بیٹی ( شخصیت اور فن ) 2025ء



# انتساب

ڈاکٹر مجاہدہ بٹ

اور

ڈاکٹر نگہت خورشید

کی محبتوں کے نام

# ........کوائف........

نام : محمد ایوب

ولدیت : صوبہ خاں راہی

تاریخ پیدائش : 15 اگست 1959ء

قومیت : پاکستانی

شناختی کارڈ نمبر : 3-0960501-33100

پتہ : مکان نمبر P-85، گلی نمبر 9، قاسم آباد فیصل آباد

## تعلیمی قابلیت:

| کلاس | سال | بورڈ / یونیورسٹی | مضامین |
|---|---|---|---|
| میٹرک | 1976 | سرگودھا | آرٹس |
| آئی کام | 1979 | سرگودھا | کامرس |
| بی۔اے | 1982 | پنجاب یونیورسٹی | آرٹس |
| ایم اے | 1984 | پنجاب یونیورسٹی | پنجابی |
| فاضل | 1981 | سرگودھا | پنجابی |
| پی۔ایچ۔ڈی | 2010 | پنجاب یونیورسٹی | پنجابی |

## پیشہ ورانہ تجربہ:

| ادارہ | سال | مضامین |
|---|---|---|
| گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ کالج بہاول نگر | 1988ء تا 1995ء | پنجابی |
| گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ اسلامیہ کالج فیصل آباد | 1995ء تا 2005ء | پنجابی |
| شعری کالج آف کامرس اینڈ آرٹس فیصل آباد | 1996ء تا 1998ء | پنجابی |
| گورنمنٹ کمیونٹی انٹر کالج کوتوالی روڈ فیصل آباد | 2004ء تا 2016ء | پنجابی |
| گورنمنٹ اسلامی مدرسہ کمیونٹی انٹر کالج فیصل آباد | 2016ء تا 2018ء | پنجابی |
| گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ کالج سمن آباد فیصل آباد | 2005ء تا 2019ء | پنجابی |

# فہرست

# پیش لفظ

فطرت کے ساتھ انسان کا تعلق ازلی ہے۔ اس لیے ہر دور میں انسان فطرت کے رنگوں سے متاثر ہوتا چلا آ رہا ہے اور پھر جب اس میں عقیدت و احترام کا جادو ایک مجسم پیکر کی صورت میں سر چڑھ کر بولتا ہے تو زمان و مکان کا کون سا شخص ہوگا جو اس سحر سے نظریں چرا کر اور دامن بچا کر گزرنے میں کامیاب ہوا ہو۔ یہی صورتحال زندگی میں مجھے بھی درپیش رہی ہے اس لیے کہ میں اپنے قرب و جوار میں رہنے والوں اور حلقہ احباب میں شامل لوگوں کے رویے سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکا کیونکہ ہر فرد نے میرے دل کے کورے کاغذ پر اپنے شخصیت کے انمٹ نقوش اس طرح ثبت کیے کہ باوجود کوشش کے میں اپنے دل و دماغ سے ان کو مٹا نہ سکا۔ ان میں سے کچھ افراد کے ساتھ پہلی ملاقات میں محبت کا رشتہ اس طرح استوار ہوا کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس میں مزید پختگی آتی گئی جو آج تک برقرار ہے۔ اور کچھ سے پہلی ملاقات آخری ملاقات ثابت ہوئی اور ان کے رویے کے اثرات سے اب تک اپنے آپ کو نکال نہیں پایا۔ اگر انسانی نفسیات کا مطالعہ کیا جائے تو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کے ذہن پر مرتب ہونے والے اثرات مدھم پڑھنا شروع ہو جاتے ہیں مگر رشتوں کے کچھ رنگ اس قدر گہرے ہوتے ہیں کہ ہر وقت ان کی یاد میں محو رہنا اور دعا کرنا ایک فریضہ معلوم ہوتا ہے جیسے محترمہ بشریٰ فرخ کے ساتھ استوار رشتے میں میرے ساتھ ہوا۔ اگرچہ آپ کے ساتھ میری ملاقات ایک ادبی تقریب میں ہوئی۔ رسمی بات چیت کے بعد ان کو گھر آنے کی دعوت دی جس کو انہوں نے انتہائی خندہ پیشانی سے قبول کیا اور پھر ہم دونوں " بہن بھائی" کے رشتے میں منسلک ہو گئے۔ محترمہ بشریٰ فرخ صاحبہ بلاشبہ ادب کا وہ چمکتا ستارہ ہیں جس کی روشنی میں میں لکھنے والے اپنا ادبی سفر جاری رکھنا باعث اعزاز

جانتے ہیں۔ اعلیٰ پائے کی شاعرہ، بہترین افسانہ نویس، سفر نامہ نگار، اداکار وصدا کار، اور اب ادبی محفلوں کی جان میری اس بہن سے بات چیت کرتے ہوئے زندگی کا ہر پہلو روشن نظر آتا ہے کیونکہ آپ انتہائی مثبت سوچ کی مالک ہیں۔ اپ کی تحریروں خاص طور پر شاعری میں مذہبی، ثقافتی، معاشرتی اور سیاسی رنگ بخوبی دیکھا جاسکتا ہے۔ مسکراتے چہرے دھیمے لہجے، دوسروں کی بات سننا اور خوبصورت الفاظ میں اپنا موقف بیان کرنا ان کے کردار کی وہ خوبیاں ہیں جو کسی ایک انسان میں خال خال ہی نظر آتی ہے۔

دوسری شخصیت محترمہ معظّمہ نقوی ہیں۔ میری بیٹی جیسی معظّمہ نقوی انتہائی باپردہ اور دھیمے لہجے کی مالک ہیں۔ جنوبی پنجاب کی صف اول کی شاعرہ، کالم نویس، افسانہ نویس اور خاکہ نگار سے ملاقات ایک ادبی تقریب میں ہوئی۔ اس پہلی ملاقات کے نقش آج بھی ذہن پر ثبت ہیں۔ آپ سے بات چیت کرتے وقت کبھی بھی اجنبیت محسوس نہیں ہوئی بلکہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے میں اپنی بیٹی سے بات کر رہا ہوں کیونکہ بات چیت کرتے ہوئے انہوں نے عزت و احترام کا دامن کبھی بھی ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ محترمہ بشریٰ فرخ اور محترمہ معظّمہ نقوی سے باہمی کتب کا تبادلہ ہوا۔ جن کو پڑھ کر آپ دونوں کی اعلی سوچ اور انداز تحریر کا پتہ چلا۔ ان کتب کا تجزیاتی مطالعہ کو ایک کتابی صورت میں پیش کر کے ان دونوں کی محبتوں کا قرض ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔ دعا گو ہوں کہ اللہ تعالی میری بہن اور بیٹی کو تندرستی والی زندگی کے ساتھ ڈھیروں خوشیاں عطا فرمائے۔

میں شکر گزار ہوں پنجابی ادب کے مہان سیوک اور استاد محترم ڈاکٹر ارشد اقبال ارشد کا جنہوں نے میری کتاب کے بیک فلیپ کے لیے وقت نکالا۔ آپ کی رائے میرے لیے انتہائی قابل احترام ہے۔ اس کے ساتھ میں اپنی اہلیہ پروفیسر صفیہ ایوب کا بھی شکر گزار ہوں کہ انہوں نے کتاب کو ترتیب دیتے وقت ماہرانہ اور پرخلوص مشورے دیے۔ اللہ تعالی اپ سب کو اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ آمین

**ڈاکٹر محمد ایوب**

# تعارف: بشریٰ فرخ

بشریٰ فرخ ایک پاکستانی شاعرہ ہیں جن کا تعلق پشاور سے ہے۔ آپ نامور ٹی وی کمپیئر، اداکارہ، شاعرہ اور سفرنامہ نگار ہیں۔ انھوں نے بطور میزبان پاکستان ٹیلی ویژن اور ریڈیو پاکستان کی خدمت کی ہے۔ وہ خیبر پختونخوا کی فنکارہ ہیں جنہوں نے ٹیلی ویژن اور ریڈیو میں چار مختلف زبانوں اردو، پشتو، ہندکو اور انگریزی میں فن کا مظاہرہ کیا ہے۔ بشریٰ فرخ نے ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے بہت سے پروگرام کیے ہیں۔ ان کے پروگرام خاص طور پر نوجوانوں میں بہت مقبول رہے ہیں۔ بشریٰ فرخ کی بہت سی کتب شائع ہو چکی ہیں۔

پاکستان ٹیلی ویژن کے معروف پروڈیوسر فرخ سیر سے شادی ہوئی۔ 40 سالوں سے ریڈیو پاکستان اور پاکستان ٹیلی ویژن سے وابستہ ہیں۔ آپ کو پاکستان ٹیلی ویژن پشاور سنٹر کی پہلی اناؤنسر ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ آپ نے پاکستان ٹیلی ویژن پشاور سنٹر کے اردو، پشتو اور ہندکو ڈراموں میں اداکاری کے جوہر دکھائے۔ اپنے شوہر فرخ سیر کی وفات کے بعد شعر گوئی کی طرف مائل ہوئیں۔ آپ کا ایک سفرنامہ اور شعری مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ آپ کو خیبر پختون خواہ کی پہلی صاحب کتاب شاعرہ ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ ملکی اور غیر ملکی سطح پر کئی مشاعروں اور کانفرنسوں میں پاکستان کی نمائندگی کر چکی ہیں۔ آپ کی ادبی خدمات کے حوالے سے پشاور یونی ورسٹی اور قرطبہ یونی ورسٹی میں ایم اے اور ایم فل کی سطح مقالے لکھے جا چکے ہیں۔ آپ ''کاروانِ حوّا لٹریری فورم'' کی چیئرپرسن بھی

ہیں۔

## خاندانی پس منظر:

بشریٰ فرخ کا تعلق راجپوت گھرانے سے ہے۔ان کے والد کا نام شیخ سلطان محمد اور والدہ کا نام ثمینہ بی بی ہے۔ان کے والد ایک سرکاری ملازم تھے ان کا محکمہ آبپاشی تھا۔جس میں وہ ایک اعلیٰ عہدے پر فائز تھے۔ان کے چچا بھی تعلیم یافتہ تھے اور تدریس کے شعبے سے وابستہ تھے۔ان کی پھوپھو بھی سکول کی ہیڈ مسٹریس تھیں۔الغرض ان کا خاندان تعلیم کے زیور سے آراستہ تھا۔

## پیدائش:

آپ 16 فروری 1957ء کو پشاور،صوبہ خیبر پختون خواہ میں پیدا ہوئیں۔ان کے بہن بھائیوں میں بڑی بہن کا نام شاہدہ شہناز ہے اور وہ مسلم کمرشل بینک سے ریٹائر ہوئی ہیں۔بشریٰ فرخ کا اصل نام بشریٰ شاہین تھا۔شادی کے بعد میں بشریٰ فرخ ہوگئیں۔ان کے چھوٹے بھائی کا نام محمد طارق نسیم ہے۔وہ بینک آف خیبر کے ایم۔ڈی ریٹائر ہوئے ہیں۔دوسرے کا نام شکیل احمد ہے۔وہ بھی بینک میں ملازم تھے لیکن کچھ عرصہ رہ کر انھوں نے چھوڑ دیا اور اس کے بعد اس نے اپنا بزنس شروع کیا۔تیسرے بھائی کا نام جواد نسیم ہے، وہ کینیڈا میں سکونت اختیار کیے ہوئے ہیں۔چوتھا بھائی پشاور میں حیات آباد میں رہتا ہے اور وہ بھی اپنی پرائیوٹ ملازمت کرتا ہے۔

## تعلیم:

بشریٰ فرخ نے ابتدائی تعلیم کا آغاز بیگم شاہو الدین سے کیا، وہاں سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔اور فرنٹڈ کالج سے ایف اے کا امتحان پاس کیا۔دورانِ تعلیم غیر نصابی سرگرمیوں میں بھی کافی دلچسپی لیتی رہیں، خاص طور پر تقاریر اور اداکاری میں حصہ لینا ان کا

مشغلہ رہا۔ دوران تعلیم آپ کے اندر چھپی شاعرانہ صلاحیت بھی سامنے آنا شروع ہوئی لیکن بہت جلد ختم ہوگئی۔ پھر آپ کے اندر افسانہ نگاری کا شوق پروان چڑھا۔ وہ اپنی ایک ٹیچر سے متاثر بھی ہوئیں۔ ان کے تمام تر شوق کے آگے ازدواجی حیثیت آڑے آ گئی چونکہ ان کے شوہر پشاور ٹیلی ویژن میں بڑے عہدے پر کام کرتے تھے۔ بشریٰ فرخ بھی میٹرک کے زمانے میں ٹیلی ویژن شروع کر دیا تھا اور اس لیے توجہ ساری اس طرف ہوگئی۔

اس کے علاوہ انہوں نے اردو، پشتو اور ہندکو ڈرامہ میں کام، کمپیئرنگ، ہوسٹنگ، نیوز کاسٹر اور مترجم کے طور پر کام کیا۔

## ازدواجی زندگی:

آپ کے شوہر بہت نفیس انسان تھے وہ بہت تحمل مزاج اور پیار کرنے والی شخصیت کے حامل تھے۔ آپ اپنے شوہر کے مزاج کو باخوبی سمجھتی تھیں۔ آپ ایک دوسرے کے لئے شوہر اور بیوی نہیں بلکہ ایک دوست کی طرح تھے۔ دونوں ہر ایک کام باہمی مشاورت سے کرتے ہیں۔

## اولاد:

بشریٰ فرخ کی اولاد میں چار بیٹیاں ہیں۔ بیٹیوں میں سے بڑی بیٹی کا نام ''شاندانا ں'' ہے اس کی شادی کوئٹہ میں ہوئی ہے اور اس بیٹی نے ماسٹر کیا ہے۔ وہ آرمی سکول ہیڈ کے طور پر کام کرتی ہے۔ وہ کبھی کوئٹہ اور کبھی کراچی میں ہوتی ہیں اور دوسری بیٹی کا نام "تابندا" ہے، یہ بیٹی ان کے ساتھ گھر پہ ہی ہوتی ہیں۔ انہوں نے والد کی وفات کے بعد پڑھائی چھوڑ دی اور اب وہ کامیابی سے آئن لائن بزنس کرتی ہے۔ وہ ایک اچھی رائٹر اور آرٹسٹ بھی ہیں۔ اس نے ایک کتاب بھی لکھی ہے۔ تیسری بیٹی کا نام فریحا ہے۔ اس نے بی۔ ایڈ کر رکھا ہے۔ وہ کینیڈا (Canada) میں ہوتی ہے اس نے وہاں اپنا سیلون کھولا ہوا ہے۔ وہ وہاں کینیڈا کے کالج میں پڑھا بھی رہی ہیں۔ اور چوتھی بیٹی کا نام ''اپسرا'' ہے۔ وہ

ہاؤس وائف ہے اور گھر پر ہی ہوتی ہے۔

## شوہر کی وفات:

19 سال کی عمر میں ان کی شادی ٹی وی پروڈیوسر فرخ سیر کے ساتھ ہوگئی اور وہ گھر ہستی کے کاموں میں مشغول ہوگئی اللہ نے اُن کے آنگن کو چار پھولوں کی مہک سے معطر کر دیا۔شادی کے 19 سال بعد ان کے شوہر کا انتقال ہوگیا اور وہ اس دنیا میں اکیلی رہ گئیں۔

## پیشہ ورانہ زندگی :

## پاکستان ٹیلی ویژن (پشاور سینٹر):

پی ٹی وی پشاور سنٹر میں 10 سال بطور میزبان خدمات انجام دیں اور کئی سال تک ڈراما آرٹسٹ کی حیثیت سے کام کیا۔آپ کو پاکستان ٹیلی ویژن پشاور کی پہلی اناؤنسر کا اعزاز حاصل ہے۔آپ کو پشتو فلموں میں بھی کام کرنے کے مواقع حاصل ہوئے لیکن آپ نے انکار کر دیا۔اس حوالے سے وہ کہتی ہیں کہ فلموں میں میں نے کبھی کام نہیں کیا اس دنوں پشتوں فلمیں کافی چل رہی تھیں۔ مجھے کافی آفرز آئی تھیں جب انہوں نے مجھے دیکھا ایک چھوٹی سی سکرین پر بطور آرٹسٹ کام کرتے ہوئے پشتو ڈراموں میں تو جو مشہور ڈائریکٹر تھے انہوں نے مجھ تک رسائی حاصل کی اور کوشش کی لیکن میں نے انکار کر دیا۔ کیونکہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا کام کرنے کا کیونکہ لوگ برا سمجھتے تھے تو اس لیے میں نے فلم میں کبھی کام کرنے کی کوشش نہیں کی۔

اس کی وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ اس وقت ٹیلی ویژن ڈراموں کا معیار تھا۔فلموں کی طرح نہ اس میں لچھے دار لوگ تھے نہ کوئی ڈانس ہوتے تھے۔اس زمانے میں ڈراموں کا معیار اصلاحی ہوا کرتا تھا اور ان کا اختتام ہمیشہ مثبت ہوتا تھا۔معاشرے کو کوئی مثبت پیغام دینے کی کوشش کی جاتی تھی۔

## ریڈیو پاکستان:

بطور میز بان، کمپیئر اور 35 سال تک ڈرامہ آرٹسٹ کی حیثیت سے ریڈیو پاکستان کی خدمت کی۔ آپ نے جن پروگراموں میں میزبانی کے فرائض سرنجام دیے۔ ان میں سے ایک پروگرام ریڈیو سے لائیو (ا اسے ا بجے تک) نشر ہوتا تھا۔ ''اردو کمرشل سروس'' جو کہ 2 گھنٹے کا لائیو پروگرام ہوتا تھا۔ دوپہر کو 3 سے 4 بجے تک ہوتا تھا۔

## چوتھا پروگرام:

''دنیا'' پروگرام تھا وہ بھی لائیو ہوتا تھا۔ صبح کے وقت ایک گھنٹے کا پروگرام ہوتا تھا۔ اس میں عورتوں کے مسائل کو زیر بحث لایا جاتا تھا۔

اس کے علاوہ ہندکو زبان میں ریڈیو پاکستان پر نشر ہونے والے پروگرام ''کعبہ خانہ'' میں بھی کام کیا۔ یہ ایک بڑا مثبت قسم کا پروگرام تھا جو کہ پندرہ دن بعد نشر ہوتا تھا۔ اس میں چار سے پانچ سٹار کریکٹر ہوتے تھے۔ معاشرے کی اصلاح پر اپنی اداکاری کرتے ہوئے آخر میں ایک اہم پیغام پر اختتام کرتے تھے۔ اس کے بارے میں بتاتے ہوئے وہ کہتی ہیں: ہندکو زبان میں ریڈیو پاکستان پر ایک پروگرام چلتا تھا'' کعبہ خانہ'' وہ لوکل زبان میں، اس میں چار پانچ سٹار کریکٹر ہوتے تھے۔ اس پروگرام میں نے تقریباً پندرہ سال تک کیا۔

## خواتین مصنّفین فورم:

خواتین مصنّفین فورم (Women writer's Forum) کی جنرل سکریٹری کی حیثیت سے ایک سال تک خدمات انجام دیں۔ ایک سال خواتین مصنّفین فورم کی ناظم اعلیٰ کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔

## بزنس وومن ایسوسی ایشن:

تعلقات عامہ کے افسر کی حیثیت سے 2 سال تک بزنس وومن ایسوسی ایشن سے

جُڑی رہیں۔ انسٹی ٹیوٹ آف کمپیوٹر مینجمنٹ سائنسز (آ ئی سی ایم ایس) کے ساتھ تعلقات عامہ کے افسر کی حیثیت سے دو سال تک خدمات انجام دیتی رہیں۔ انسٹی ٹیوٹ آف کمپیوٹر مینجمنٹ سائنسز حیات آباد پشاور نے بطور انچارج ادبی ونگ آ ئی سی ایم ایس (ICMS) ایک سال تک خدمات حاصل کیں۔

## بشریٰ فرخ کی ادبی خدمات:

آپ کی شخصیت کی مختلف جہات نظر آتی ہیں۔ گھر پر ماں، بیوی اور بہو کی ذمہ داریاں ادا کرنے والی بشریٰ فرخ ٹیلی ویژن پر بطور اناؤنسر اور آرٹسٹ کام کرتے نظر آتی تھیں۔

بشریٰ فرخ کالج کے زمانے میں کبھی کبھی ذوق تسکین کے لیے شاعری کرتی تھیں۔ شوہر کے انتقال کے بعد وہ اس دنیا میں اکیلی رہ گئیں۔ کچھ عرصہ تو ان پر غم کی کیفیت طاری رہی اور پہلا قطعہ اپنے محبوب شوہر کی قبر پر یہ کہا۔

مری جاں ہو مبارک تجھ کو یہ گھر
غنچہ اب یہاں مہکا کرے گا
کہا یہ کس نے فرخ مر گیا ہے
دل بشریٰ میں تو زندہ رہے گا

لیکن پھر اپنی بچیوں کے سنہرے مستقبل کے لئے دوبارہ کمر بستہ ہو گئیں اور اس مرتبہ ٹی وی ریڈیو کی بجائے انہوں نے قلم سے اپنا رشتہ جوڑا اور شاعری کی دیوی ان پر مہربان ہو گئی اور تھوڑے ہی عرصے میں اپنا پہلا مجموعہ شائع کر کے قارئین کے ساتھ ساتھ سینئر شعرا کو بھی وطیرہ حیرت میں مبتلا کر دیا۔ کسی نے کہا کہ کسی سے لکھوایا ہوگا۔ کسی نے کہا آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔ اور واقعی آگے انہوں نے یکے بعد دیگرے شاعری کے مجموعوں کا انبار لگا کر کم ظرف ناقدین حاسدین کے منہ بند کر دیئے اور اپنے آپ کو اپنی شاعری کے ذریعے

منوایا جب اللہ تعالیٰ کسی کو آزماتا ہے تو کبھی دے کر آزماتا ہے اور کبھی لے کر آزماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بشریٰ سے اُن کا جیون ساتھی لے کر آزمایا اور بشریٰ اس آزمائش میں صبر اور ثابت قدمی سے اللہ کی رضا میں راضی ہوئی تو ان پر اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کی بارش شروع کر دی اور ان کے سوئے ہوئے قلم میں اتنی طاقت اور روانی ڈال دی کہ وہ فراٹے بھرنے لگا۔ خیبر پختونخواہ کے نامی گرامی مرد شعرا کے شاعری کے اتنے مجموعے نہیں جتنے اکیلی بشریٰ نے لکھے اور ہر مجموعہ ایوارڈ یافتہ۔ اللہ کا انعام یہاں پر ختم نہیں ہوا بلکہ ان کے قلم سے دو حمد یہ اور پانچ نعتیہ مجموعے بھی برآمد ہوئے جو اُن کے لئے ایک الگ اور منفرد اعزاز ہے کہ یوں وہ خیبر پختونخوا کی اولین اور واحد شاعرہ ہیں جن کے ایک نہیں بلکہ تین مجموعے شائع ہو کر شائقین سے داد وصول کر رہے ہیں۔ پھر انہوں نے نثر کے میدان میں ایک کامیاب اور اچھے نثر نگار کی حیثیت سے اپنا ایران کا سفر نامہ ''خمینی کے ایران میں'' لکھا اور ایک بار پھر اپنے آپ کو بطور نثر نگار منوایا۔

بشریٰ فرخ کی شخصیت پر بات کرنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ وہ ایک مکمل شخصیت ہیں ان کی ذات میں کوئی کمی یا کجی نہیں بلکہ باوقار، باہمت اور باعزم خاتون کے طور پر سب خواتین کے لئے ایک رول ماڈل ہیں۔ مرد کی چھتری کے بغیر تن تنہا چار بیٹیوں کی بہترین تعلیم و تربیت اور شادی کے مراحل پورے کرنے کے لئے کسی کا سہارا نہیں لیا۔ آپ کا تمام مرد اور خواتین ادیبوں کے ساتھ انتہائی عزت و احترام کا تعلق ہے۔ ہر مرد ان کو اپنی بہن، بھابھی کہہ کر فخر محسوس کرتا ہے کیونکہ اُن کے رکھ رکھاؤ میں ایک سنجیدگی اور باوقار انداز پایا جاتا ہے جو کسی بھی عزت دار انسان کو حد سے آگے بڑھنے نہیں دیتا۔

بشریٰ نے اپنی خداداد صلاحیتوں کا لوہا نہ صرف ادب کے میدان میں منوایا بلکہ ہر ہر میدان میں آپ باعث تقلید ہیں۔ آپ ویمن رائیٹر فورم کی چھ سال تک صدر کی حیثیت سے فرائض انجام دیتی رہیں ہیں۔ اس فورم کے تحت کامیاب نیشنل اور انٹرنیشنل مشاعرے منعقد کیے پھر کاروانِ حوا کے نام سے خواتین کی ادبی تنظیم کی بنیاد رکھی اور کامیاب مشاعرے کیے،

خواتین کی کتابوں کی رونمائی، سیمینار اور ورکشاپس منعقد کر کے صوبے کی نئی لکھنے والی خواتین کو سامنے لانے کا سہرا ان کے سر جاتا ہے۔

## تصانیف:

آپ کی درج ذیل کتب شائع ہوئیں:

### حمدیہ کتب:

1۔ وحدہٗ لاشریک رنگ ادب پبلی کیشنز، کراچی 2023ء

2۔ فاذکرونی اذکرکم؛ کاروان حوا لٹریری فورم، پشاور 2021ء

### نعتیہ کتب:

1۔ بعد از خدا بزرگ توئی؛ رنگ ادب پبلی کیشنز، کراچی 2022ء

2۔ توئی سلطان عالم یا محمد شاہ شمس مطبوعات، ملتان 2023ء

3۔ ورفعنا لک ذکرک؛ این زیڈ، پشاور 2016ء

4۔ تو کجا من کجا؛ کاروان حوا لٹریری فورم، پشاور 2018ء

5۔ خدائے ماشا خوان محمد صلی کم کاروان حوا لٹریری فورم، پشاور 2020ء

### شعری مجموعہ جات:

1۔ ادھوری محبت کا پورا سفر؛ ایڈورٹائزنگ پروموشنل سروسز، پشاور 2005ء

2۔ بہت گہری اداسی ہے؟ ایڈورٹائزنگ پروموشنل سروسز، پشاور 2007ء

3۔ جدائی بھی ضروری ہے؛ دی پرنٹ مین پرنٹرز، پشاور 2012ء

4۔ مجھے آوازمت دینا؛ کاروان حوا لٹریری فورم، پشاور 2017ء

5۔ ایک قیامت ہے لمحہ موجود، ملت ایجوکیشنل پرنٹرز، لاہور 2000ء

6۔ لڑکیاں بند کتابوں جیسی؛ رنگ ادب پبلی کیشنز، کراچی 2022ء

## پنجابی کتب:

1۔ محبتاں دے مزاج وکھرے؛ کاروان حوالٹر یری فورم، پشاور،2012ء

2۔ ہسد یاں اکھیاں روندے خواب؛ کاروان حوالٹر یری فورم، پشاور،2020ء

## سفرنامہ:

1۔ خمینی کے ایران میں، کاروان حوالٹر یری فورم، پشاور،2016ء

# بشریٰ فرخ کی حمدیہ شاعری کا موضوعاتی جائزہ

الحمدللہ رب العٰلمین سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ کسی چیز کے اندر کوئی خوبی کوئی حسن یا کوئی کمال ہے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کی عنایت اور عطا کردہ ہے حقیقی حمد بے شک اسی کو زیب دیتی ہے جو تمام عالمین کا رب ہے جو مخلوقات کی الگ الگ جنسوں مثلاً عالم جن، عالم انس، عالم ملائکہ، عالم وحوش وطیور و دیگر کی ضروریات پوری کرتا ہے۔ اس لیے تمام موضوعات حمد منسوب ہیں اور تمام موضوعات کا منبع و سرچشمہ اللہ کی ذات ہے ۔قبل از ازل حکمرانی اللہ کی تھی ازل تا ابد حکمرانی اللہ کی ہے اور اس لیے تمام موضوعات حمد کی ذیل میں آتے ہیں۔ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے وہ اللہ کی حمد وثنا بیان کر رہا ہے۔ انسانی عقل و عمل محدود ہے۔ اس لیے حمد کے موضوعات کا تعین کرنا آسان نہیں ہے۔ تقاضائے دنیا اور تقاضائے ادب و اصناف کے تحت حمد کی مختلف فکری جہتوں کے کئی مظاہر نظر آتے ہیں۔ یوم الست سے ہی فطرت انسانی میں عظمت خالق و مالک کے اعتراف کا داعیہ رکھ دیا گیا ہے۔ اس لیے انسان اپنے رب کی تلاش میں ہے مثلاً صوفیا نفسی، علمائے اسلام علمی، عوام الناس سماعی، محققین مشاہد کائنات اور شعرا اپنے رب کا وجدان اپنے تخلیقی اور قلبی واردات کے امتزاج سے کرتے ہیں۔ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی حمدیہ موضوعات کے بارے میں لکھتے ہیں:

"حمد کا موضوع اتنا ہی وسیع اور متنوع ہے جس قدر خدا اور اس کی ذات گویا

اس کی وسعت کی کوئی انتہا نہیں۔" (1)

اردو شاعری میں حمد کی گونج اردو شاعری کے ساتھ ہی مختلف آہنگوں اور متنوع لہجوں میں سامع نواز ہوتی رہی ہے۔شعرا حضرات نے کبھی خارجی ماحول کبھی نفس کے مشاہدات کبھی مظاہر کائنات اور کبھی اپنی احتیاج وضروریات کے نتیجے میں مناجاتی انداز میں اپنے رب کو پکارا ہے۔ڈاکٹر عزیز احسن نے درست کہا:

> " رب ایک ہے مشاہدات کے رنگ انسانوں کے احوال اور مبلغ علم کی بنیاد پر بدلتے رہتے ہیں۔عرفان کے انداز بھی عرفان کے طالب شعرا وصوفیا کے احوال سے مشروط ہوتے ہیں۔اس لیے ان دیکھے رب کی ثنا کا مرحلہ مشکل سے مشکل تر ہوتا جاتا ہے اور یہی مشکلات ،خیال میں نزاکتیں اور بیان میں نیرنگیاں پیدا کرنے کا باعث بنتی ہیں۔بات ایک ہی کہنی ہو تو صرف زاویہ نگاہ کا فرق اور لفظوں کے مختلف لونی عکس (Shades) بدلنے سے شعر میں تازگی اور بیان میں اچھوتا پن پیداا ہوجاتا ہے بہ صورت دیگر شعر سادہ اور سپائے ہو جاتا ہے۔قاری کے لیے اس شعر کی کشش محض اس کے مافیہ،متن یا (Text)اور (Content) کے حوالے سے تو ہوتی ہے لیکن شعریت کا موضوع کو بھی ہلکا کر دیتا ہے۔" (2)

جس طرح لفظ حمد ایک وسیع لفظ ہے۔اسی طرح اس کے موضوعات بھی وسیع ہیں تمام حسن کا محور و مرکز وہی ایک اللہ ہے حمد بھی صرف اسی ایک کے لیے ہے جس نے لفظ کن سے تمام عالمین کو پیدا کیا۔ڈاکٹر عزیز احسن شاعری میں حمدیہ موضوعات کے حوالے سے مزید لکھتے ہیں:

> " شعرا جب حمدیہ شاعری کرتے ہیں تو ان کے سامنے اگر اپنے مسائل ہوں تو وہ دعا مناجات کا انداز اپناتے ہیں۔اگر کائنات کی تخلیق کے حوالے سے

خالق کی عظمتوں کی طرف دھیان جائے تو اشیائے کائنات کے جزوی ذکر
کے ساتھ خالق کی عظمت کا اعتراف شعروں میں ڈھل جاتا ہے اور اگر خالق
کی طرف سے مخلوق کو ملنے والی نعمتوں پر شکر کرنے کا جذبہ غالب ہو تو
جذبات تشکر شعری متن میں ڈھلتے ہیں۔ آفاق کی طرف سے توجہ کرنے سے
مادی اشیاء کی تخلیق کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اور نفس کی سیر کرتے ہوئے شاعر اپنی
ذات میں جھانک کر خالق کی موجودگی کا ادراک کرتا ہے۔ اس طرح شاعری
میں صوفیانہ شاعری کے عوامل داخل ہو جاتے ہیں۔" (3)

حمدیہ شاعری شاعری کی سب سے قدیم، دل کش معتبر اور بڑی شاعری ہے۔ اس لیے اس نوع کی شاعری کے لیے موضوع بھی بڑا درکار ہے اللہ اکبر ہی وہ موضوع ہو سکتا ہے، جو حمدیہ شاعری کا ہم رتبہ ہو سکتا ہے۔ ڈاکٹر عزیز اس حوالے سے یوں رقم سکتا طراز ہیں:

"اچھی اور بڑی شاعری کا موضوع بھی بڑا ہوتا ہے شاعری کا سب سے اہم
سب سے عظیم اور سب سے بڑا موضوع حمد ہے حمد کا لفظ اس شاعری کے لیے
مختص ہے جو خالق و مالک عوالم کے لیے موزوں کی جائے اس شاعری کے
مختلف لونی عکس (Shades) ہو سکتے ہیں۔ صانع کائنات کی عظمت کا
احساس اس کی صنعت کے حوالے سے لفظوں کی قید میں لانا خالق و مخلوق کے
رشتے کے ادراک کا اظہار، مخلوق کی ضروریات کی تکمیل کے لیے رب کی
بارگاہ میں اس کی تعریف کرتے ہوئے مناجاتی پہلو اختیار کرنا، کسی آفت کو
ٹالنے کی التجائیں کرتے ہوئے خالق کو پکارنا، کسی نعمت کے حصول پر شکر کا
احساس رقم کرنا، اپنی کم مائیگی اور رب السموٰات والارض کی عظمتوں کا بیان
وغیرہ وغیرہ" (4)

## عقیدہ توحید کا بیان:

عقیدہ توحید، دین اسلام میں سب سے اہم اولین اور بنیادی عقیدہ ہے تصور توحید کی بنیاد تمام معبودان باطلہ کی نفی اور ایک خدا کے اثبات پر ہے۔ توحید کا لفظ وحدت سے بنا ہے، جس کے معنی ہیں ایک کو ماننا، شریعت واصطلاح میں اس کے معنی ہیں، اللہ تعالیٰ اپنی ذات، صفات اور جملہ اوصاف وکمالات میں یکتا و بے مثال ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور نہ ہی اس کا کوئی ہم پلہ اور ہم مرتبہ ہے توحید کی ایک تعریف یوں ہے:

"توحید الوحدت کو باب تفعیل کا مصدر قرار دیا ہے اللہ کی توحید سے مراد ہے اس چیز کا اعتقاد رکھنا کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات، صفات اور افعال میں واحد و یکتا ہے ان میں اس کا کوئی شریک ہے نہ کوئی اس کا مشابہ" (5)

اللہ کی ہستی کا احساس خود انسان کی فطرت میں موجود ہے۔ انسان چاہے خدا کے وجود کا انکار کرے، مگر پھر بھی اس کے عقل وشعور کی گہرائیوں میں خدا کا تصور کسی نہ کسی رنگ میں موجود ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کے ہر مذہب میں توحید کا تصور کسی نہ کسی انداز اور کسی نہ کسی رنگ میں ضرور پایا جاتا ہے۔ اگر کبھی حالات کی بنا پر انسان کے اندر یہ فطری جذبہ دب جائے تو جب انسان کسی مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے یا موت وتباہی اسے سامنے نظر آتی ہے تب وہ اللہ کی ذات کو بے اختیار پکار اٹھتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

" آپ کہہ دیجئے کہ اللہ ایک ہے اللہ بے نیاز ہے نہ اس کی کوئی اولاد ہے نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور نہ کوئی اس کے برابر کا ہے۔" (6)

توحید کی تین بنیادی اقسام ہیں، توحید ربوبیت: اس کائنات کا خالق، مالک، رازق اور مدبر صرف اللہ ہے۔ توحید الوہیت عبادت کی تمام اقسام کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ توحید صفات اللہ تعالیٰ کی جو صفات قرآن وحدیث میں بیان ہوئی ہیں ان کو بغیر کسی تاویل اور تحریف کے تسلیم کریں اور وہ صفات اس انداز میں کسی اور کے اندر تلاش نہ کریں۔

عقیدہ توحید کے حوالے سے اردو شاعری میں بیش بہا خزانہ موجود ہے شعرا نے اپنے اپنے انداز میں اللہ تعالیٰ کے یکتا ہونے کا ذکر کیا ہے اسی روایت کے پیش نظر بشریٰ فرخ نے بہت کچھ لکھا ہے۔ مایہ ناز شاعرہ بشریٰ فرخ کی شاعری میں اللہ کے جلوے اور نشانات کائنات کے ذرے ذرے میں موجود ہیں۔انھوں نے اللہ کی وحدانیت اور عقیدہ توحید کے مضمون کو یوں برتا ہے:

میری شہ رگ سے بھی زیادہ مرے نزدیک رہتا ہے
مرا مالک مجھے تنہا کبھی ہونے نہیں دیتا(7)

وہ ستر ماؤں سے زیادہ محبت کرنے والا رب
خطا ہونے سے پہلے ہی دعا تخلیق کرتا ہے
ترے اللہ کا احسان ہے بشریٰ کہ ہر لمحہ
وہ تیرے دل میں تسلیم و رضا تخلیق کرتا ہے(8)

مرا ذوق شاعرانہ ، ترا روپ عاشقانہ
تو ہے اک اٹل حقیقت ، مرے لفظ اک افسانہ
جو ملی مجھے سعادت ، تیری حمد و ثنا کی
مرے کردگار ، تیرا یہ کرم ہے جاودانہ(9)

میرے رب کے ماسوائے نہ یہ سر کبھی جھکے گا
میں ہمیشہ کرتی آئی اسی عزم کا اعادہ(10)

ابتدا تا انتہا نام خدا موجود ہے
کچھ نہیں تھا تب سے سارا سلسلہ موجود ہے(11)

## رب العالمین:

رب اللہ تعالیٰ کے اسمائے الحسنیٰ میں سے ہے،اس کا مطلب ہے ہر چیز کو پیدا کر کے

اس کی ضروریات مہیا کرنے اور اس کو تکمیل تک پہنچانے والا ، عالمین عالم کی جمع ہے تمام خلائق کے مجموعے کو عالم کہا جاتا ہے۔تمام عالمین کی ضرورتیں ایک دوسرے سے مختلف ہیں لیکن رب العالمین سب کی ضروریات ان کے احوال وظروف اور طباع و اجسام کے مطابق مہیا کرتا ہے۔ارشاد ہے:

"حقیقت یہ ہے کہ اللہ ہی تمہار پروردگار ہے۔جس نے آسمانوں اور زمین کو چھے دنوں میں پیدا کیا پھر تخت پر جلوہ گر ہوا وہی رات کو دن پر ڈھانپ دیتا ہے۔اور پھر دن رات کے پیچھے دوڑا چلا آتا ہے اسی نے سورج چاند اور تارے پیدا کیے جو اس کے حکم سے کام میں لگے ہوئے ہیں سن رکھو اسی کا کام ہے پیدا کرنا اسی کا حق ہے حکم دینا۔پس کیا ہی برکت والا ہے اللہ سارے جہانوں کا رب۔"(12)

اردو حمدیہ شاعری میں یہ موضوع شعرا کے ہاں کثرت سے بیان ہوا ہے ہر چھوٹے بڑے شاعر نے جہاں رب العالمین کے موضوع کو اپنے اپنے انداز میں بیان کیا ہے وہاں بشریٰ فرخ نے بھی رب العالمین جیسی صفت پاک کو موضوع سخن بنایا ہے۔بشریٰ فرخ اپنی حمدیہ شاعری میں کون و مکان ، نظام کار جہاں ،گل وخار ، بہار و خزاں اور تمام نقاش کے خالق اپنے رب کو ہی مانتے ہیں، برملا اس کا اظہار کرتے ہیں کہ جب رب وہی ہے تو اس کی شان کبریائی کے گن کیوں نہ گائے جائیں ۔حرف" کن" کا نغمہ خوب صورت انداز میں یوں دیکھیے:

مرے دل کے سارے موسم تری کن کے منتظر ہیں<br>
سبھی زخم اور مرہم تری کن کے منتظر ہیں(13)<br>
اسم ربی کے انوار کھلنے لگے<br>
ہم پہ دنیا کے اسرار کھلنے لگے(14)

مرا رب ظلمت شب سے ضیا تخلیق کرتا ہے
حیات و موت کا ہر سلسلہ تخلیق کرتا ہے(15)
میرے خدا تری رحمت کے جب اشارے ہوئے
تری عطا، ترا جودو کرم سہارے ہوئے(16)

## الرزاق:

یہ عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی رزق دینے والا یا رزق پہنچانے والا کے ہیں۔ تمام مخلوقات کا روزی رسان اور روزی پوری کرنے کا ضامن وہی رب ہے۔ یہ مبالغہ کا صیغہ اللہ تعالیٰ کے کثرت کے ساتھ رزق رساں ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ارشاد ہے:

"ھو الرزاق ذو القوت المتین"(17)

"سب کے روزی رسان توانائی والے اورزوراور ہیں۔"

بشریٰ فرخ نے بھی اس صفت الرزاق کونہایت خوب صورت انداز میں اپنی شاعری میں سمویا ہے۔اللہ تعالی پتھروں میں بھی کیڑوں کورزق عطا کرتا ہے۔ماں کے پیٹ میں بھی بچے کوغذا عطا کرتا ہے۔یقیناً وہی اللہ ہے جوسب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔بشریٰ فرخ نے اپنے حمد یہ کلام میں اللہ کی اس صفت کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اس سے رزق حلال کی التجا بھی کی ہے ۔ وہ اپنے رب سے ایسے رزق کے طالب ہیں جو حرارت ایمان اور طہارت فکر وخیال کا سبب بنے:

"وان اللہ ھو خیر الرازقین"(18)

"اوراللہ بہترین رزق دینے والا ہے۔"

بشریٰ فرخ کی شاعری کی مثالیں درج ذیل ہیں:

ہاتھ پھیلائے تو خالی لوٹ کر آئے نہیں
وہ بھی مانگا جونہیں تھا حق ہمارا، دے دیا(19)

حرام سے بے نیاز کردے
کشادہ رزق حلال عطا کردے(20)

## العلیم:

علیم کا مطلب ہے، جاننے والا، ظاہر باطن، خفیہ اور علانیہ چیزوں کا علم رکھنے والا، یعنی وہ ہستی جسے ماضی، حال اور مستقبل کا علم ہو، سب کچھ جانتا ہو یہ اسم قرآن پاک میں ۱۵۷ مرتبہ استعمال ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ کے معروف ومشہور اسمامیں سے ہے۔ارشاد ہے:

**"یخلق مایشاء و ھو العلیم القدیر"(21)**

"وہ جو چاہے ہیں پیدا کرتے ہیں وہ علیم وقدیر ہیں۔"

اس میں کوئی شک نہیں کہ میرے رب کا علم بہت وسیع ہے، ظاہر و باطن عالم بالا، عالم سفلی ماضی وحاضر اور مستقبل کا احاطہ کیے ہوئے ہے جو کچھ ہونے والا ہے، جو کچھ ہوگا اور جو کچھ نہیں ہوا کب اور کیسے ہوگا، اللہ رب العلیم سب کچھ علم رکھتا ہے۔

بشریٰ فرخ نے بھی اللہ کی اس بابرکت صفت کو اپنی شاعری میں خوب صورت انداز میں سمویا ہے۔

کرم نوازی ہے تیری کہ اک قرینے سے
حیات گزری ہے اے مہربان علیم اللہ(22)
وہ خیر و شر کی سبھی طاقتوں کو جانتا ہے
مرا کریم میری مشکلوں کو جانتا ہے(23)
اسے یہ علم ہے کب کس جگہ لگانا ہے
کہ ساتھ زخم کے مرہم بھی دیکھ لیتا ہے(24)

## الحکیم:

رب کریم کی ایک صفت حکیم ہے جس کے معنی ہیں، حکمت والا، وہ ذات حکمت والی

ہے جس نے ہر ایک چیز کو بڑی حکمت اور کاریگری سے تخلیق کیا ہے۔ اللہ نے جتنی بھی چیزیں تخلیق کی ہیں، وہ حکمت اور علت سے خالی نہیں ہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

**"و اللہ عزیز حکیم"** (25)

"اور اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والے ہیں۔"

رب کی اس صفت عظیم کو شعرا نے خوب برتا ہے۔ حمدیہ شاعری میں ایک بڑا ذخیرہ اس بابرکت صفت کے متعلق موجود ہے۔ بہت سے شعرا نے جہاں اپنے خالق و مالک کی دیگر صفات کو موضوع سخن بنایا ہے، وہاں اس صفت سے اپنے قلب کو منور کیا ہے۔ بشریٰ فرخ نے اس صفت کو یوں بیان کیا ہے:

علاج تو نے کیا رنج و درد کا میرے
تو میرا ملجا و ماویٰ، میرا حکیم (26)

**الغفور:**

اسماء الحسنیٰ میں سے ایک اہم صفت الغفور ہے یہ صفت اس ہستی کے لیے استعمال ہوتی ہے جو گناہوں کو معاف کرتی ہے اور بندے کی توبہ بھی قبول کرتی ہے شفقت اور محبت کی بدولت انسان کے گناہوں پر پردہ بھی ڈالتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

**"فاولئک عسی اللہ ان یعفو عنھم و کان اللہ عفوا غفورا"** (27)

"یہ لوگ ہیں یقیناً اللہ ان سے درگزر کرے گا اور اللہ تعالیٰ درگزر کرنے والا بخشنے والے ہیں۔"

اردو حمدیہ شاعری میں اس موضوع کا استعمال بھرپور کیا گیا۔ شعرا کے ہاں یہ روایت رہی ہے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں پر اشک ریزی کرتے ہوئے ندامت کا اظہار کیا ہے اور پھر بخشش کی طلب بھی مانگی ہے۔ بشریٰ فرخ نے اس صفت پاک کا استعمال یوں کیا ہے:

ہو ہم پہ بھی کرم کہ ہے رب کریم تو
بخشش کی آس ہے، ہے غفور الرحیم تو(28)
جو بخشش کی انمول دولت ملے گی
تو دل کے سکوں کی ضمانت ملے گی(29)
میرے غفور الرحیم مولا
کرم فقید المثال عطا کر
نجات پا جاؤں سب دکھوں سے
مجھے کچھ ایسا کمال عطا کر(30)

## الکریم:

"کریم" اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک مقدس اور پاک صفت ہے۔ بغیر استحقاق لوگوں پر مہربانی کرنے والا، جس کی خیر بہت زیادہ اور نفع عام ہوں یعنی ہر کوئی اس کے دور جام سے مستفیض ہو رہا ہے۔ ارشاد ہے:

**"فان ربی غنی کریم"(31)**

''بے شک میرے رب تعالیٰ بے نیاز اور کریم ہیں۔''

بشریٰ فرخ نے الکریم کی صفت کا اظہار بڑی عقیدت سے کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کریم ہے۔ جب اپنے بندوں پر کرم کرتا ہے تو اس کی قسمت کے بند دروازے کھل جاتے ہیں۔ وہ اپنے بندوں کو اپنے کرم سے نوازتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفت کریم کا ذکر شعرا کے ہاں جا بجا ملتا ہے۔ مثلاً وہ اس شعر میں کہتے ہیں:

وہ جن پر پڑ گیا ابر کرم کا اک چھینٹا
تو ان کے واسطے طوفان بھی کنارے ہوئے(32)

کیا نا چیز پر ایسا کرم تو نے
میری ہر سوچ کے رکھا بھرم تو نے(33)
میرے مولا! مجھے ان بندوں میں شامل کر لے
جن پر تیرا کرم خاص رہا کرتا ہے (34)
یہ تیری شان کریمی کا ہی تصدق ہے
کہ بے حساب دیا اور نہیں جتایا ہے(35)

## استعانت کی طلب:

دعا، مناجات التجا، گزارش، دہائی، فریاد معاونت یا استعانت یہ سارے الفاظ فکری لحاظ سے ایک ہی قبیل کے ہیں۔ معمولات زندگی میں اگر چہ تقاضائے بشریت کے تحت عدل وانصاف اور اپنے حقوق کے تحفظ کی خاطر متعلقہ افسران وصاحب اقتدار کے پاس داد کے لیے جانا پڑتا ہے۔ لیکن جب الفاظ کا رشتہ براہ راست خالق کائنات سے ہی وابستہ ہوتا ہے۔ اس لیے جو مانگنا ہو وہ اسی خالق کائنات سے مانگو اور ساری توقعات اس رب کریم سے وابستہ رکھ کر ساری دنیا سے بے نیاز ہو جاؤ۔ سورۃ النمل میں ارشاد ہے:

"اللہ" دعا قبول کرتا ہے بے بس بے قرار کی، جب وہ اسے پکارتا ہے" (36)

اس طرح سورۃ المومن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"رب نے کہا مجھ سے دعا کرو، میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔" (37)

جب ہر طاقت ہر اختیار رب العالمین کے پاس ہے تو پھر کیوں نہ ہمیں اسی ایک اللہ کے سامنے دست دعا ہونا چاہیے۔ اردو شاعری میں مناجات کا ایک طویل سلسلہ ملتا ہے۔ شعرا کے ہاں بھی مناجات کا ایک طویل سلسلہ موجود ہے۔ بشریٰ فرخ خدا کی محبت اور قرب حاصل کرنے کا طریقہ اور ذریعہ بیان کرنے کے ساتھ صراط مستقیم کے لیے یوں دست دعا ہیں:

میرے مولا مجھے نور بصیرت کا گہر دے دے
تو اپنی یاد سے معمور دل، درد جگر دے دے
خوشی کا کیا ٹھکانہ ہو، اجازت در پہ رہنے کی
اگر بشریٰ مجھے وہ دو جہاں کا تاجور دے دے(38)

میرا معبود مرے ناز اٹھانے والا
میری بگڑی ہوئی ہر بات بنانے والا
وہی دے گا مجھے ہر رنج سے ہر غم سے نجات
روز محشر میرے عصیاں کو مٹانے والا (39)

## عطا خداوندی:

اللہ تعالیٰ بڑا غفور الرحیم ہے وہ تمام جہانوں کو پالنے والا ہے۔سب کو وہ ہی رزق عطا کرنے والا اور بخشنے والا مہربان ہے۔اللہ تعالیٰ کی جتنی بھی مخلوقات ہے اس میں کوئی بھی ایسی نہیں ہے جو اپنے رب کے فضل و کرم اور عطا خداوندی سے باہر ہو ہر کوئی اپنی اپنی جھولیاں بھر رہا ہے اور دینے والا وہی ایک خالق و مالک ہے۔ارشاد ربانی ہے:

"تو کہہ یا اللہ مالک سلطنت کے،تو سلطنت دے جس کو چاہے اور سلطنت چھین لے جس سے چاہے اور عزت دے جس کو چاہے اور ذلیل کرے جس کو چاہے تیرے ہاتھ میں سب خوبی ہے بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔"(40)

بشریٰ فرخ اپنی حمدیہ شاعری میں عطا خداوندی کا بھرپور اظہار کرتی ہوئی نظر آتی ہیں۔مثال درج ذیل ہے:

یہ جو ملتا ہے ہمیشہ مجھے بے حد و حساب
تیری رحمتوں کے خزانوں سے ملا کرتا ہے(41)

بے سخن کو سخن عطا کر دے
اپنی مدحت کا فن عطا کر دے(42)

بند آنکھوں سے جو چلتے ہیں ترے راستے
ان کو تو نور، ہدایت کا عطا کرتا ہے(43)

## حامی وناصر:

دنیا میں مختلف قسم کے لوگ ہیں کوئی امیر تو کوئی غریب ہے مگر اللہ کے نزدیک سب برابر ہیں۔ بڑائی صرف تقویٰ والوں کو حاصل ہے اللہ تعالی سب کی فریاد سنتا ہے دنیا میں جہاں غریبوں کو ٹھکرا دیا جاتا ہے مگر اللہ ہی ہے جو غریبوں کی فریاد بھی سنتا ہے، ان کی مرادیں بھی پوری کرتا ہے اور اپنے بندوں کی مدد بھی کرتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

"و کفی بربک مادیا و نصیر "(44)

" اور آپ کا رب ہی ہدایت کرنے والا اور مدد کرنے والا ہے۔"

اردو حمدیہ شاعری کا یہ ایک مستقل موضوع رہا ہے۔ شعرا نے بھی اپنی حمدیہ شاعری کے ذریعے اپنی مشکل کشائی اور حاجت روائی کے لیے صرف اسی کو ہی پکارا ہے۔ بشریٰ فرخ اپنی غلطیوں پر نادم ہیں لیکن ساتھ اللہ کی عطا اور مشکل کشائی پر بھی پورا یقین رکھتے ہیں وہ تلمیحات کے قرینوں کا استعمال کرتے ہوئے اپنے رب کے سہارے کے طلب گار ہیں کلام ملاحظہ کیجیے:

گناہ گار ہوں عاصی ہوں ، علم ہے یہ بھی
کہ جو بھی ترے اذکار کے سبب کچھ ہوں
ہزار شور مچاؤں میں اپنے ہونے پر
ترا کرم ہو شریک ہنر تو سے کچھ ہوں (45)
گو زندگی نے سدا امتحان میں رکھا
تیرے حصار کرم نے امان میں رکھا
وہی وہاں بھی چھپائے گا میرے عیبوں کو
کہ جس نے پردہ مرا اس جہان میں رکھا(46)

صفحات گزشتہ میں بشریٰ فرخ میں تخلیق کی گئی اردو حمدیہ شاعری کے موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔وہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا میں رطب اللسان ہیں۔ان کی اردو حمدیہ شاعری جو تخلیق ہوئی وہ معیار اور تنوع کے اعتبار سے کسی طرح کم نہیں ہے بلکہ بعض جہات میں ان ہاں زیادہ گہرا فکری و فنی شعور اور تازگی دیکھنے میں آئی ہے۔بشریٰ فرخ نے جس لگن اور خلوص کے ساتھ اردو حمدیہ شاعری میں اپنی تخلیقی صلاحیتوں کا بھرپور اظہار کیا ہے ایک توانا آواز کی حیثیت سے یاد رکھی جائیں گی۔

عقیدہ توحید، وحدانیت کا اقرار، کائنات کے خالق و مالک کی تعریف کائنات کی صنعت میں حیرت و استعجاب کے پہلو، اطاعت خداوندی مشکل کشائی، انسان کا اپنے خالق سے تعلق، قدرت کاملہ، عنایات و اکرام، فضل وعطا اور اس کی عطا کردہ نعمتوں اور احسانات کا ذکر وشکر مناجاتی رنگ وآہنگ کے اظہار کے ساتھ ساتھ متنوع زاویوں سے اللہ تعالیٰ کی جملہ صفات کا ذکر کیا ہے۔

## حوالہ جات:


1. رفیع الدین ہاشمی، ڈاکٹر: " اصناف ادب" سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۲ء، ص30
2. عزیز احسن، ڈاکٹر: ''مطالعات حمد و نعت''، مرتبہ: صبیح رحمانی، کراچی: نعت ریسرچ سنٹر، ۲۰۱۵ء، ص ۳۰
3. ایضاً، ص ۶۲
4. ایضاً، ص ۲۸
5. محمد طاہر القادری، ڈاکٹر: " کتاب التوحید (جلد اول) " منہاج القرآن پبلی کیشنز ، لاہور، 1999ء، ص44
6. القرآن الحکیم، الاخلاص، آیت: 1۔4
7. بشریٰ فرخ: " ورفعنا لک ذکرک " این۔زیڈ، پشاور: 2016ء، ص35
8. بشریٰ فرخ: " وحدہُ لاشریک " رنگ ادب پبلی کیشنز، کراچی، 2023ء، ص28
9. ایضاً، ص35
10. ایضاً، ص40

11. ایضاً،ص72
12. القرآن الحکیم،الاعراف،آیت:54
13. بشریٰ فرخ:" وحدہٗ لاشریک" ص21
14. ایضاً،ص23
15. ایضاً،ص27
16. بشریٰ فرخ" :ورفعنا لک ذکرک" ص32
17. القرآن الحکیم،الذاریات،آیت:۵۷
18. القرآن الحکیم،الحج،آیت:۵۸
19. بشریٰ فرخ:" وحدہٗ لاشریک" ص44
20. ایضاً،ص64
21. القرآن،الروم54
22. بشریٰ فرخ:" وحدہٗ لاشریک" ص49
23. ایضاً،ص50
24. ایضاً،ص69
25. القرآن الحکیم،البقرہ،آیت: ۲۲۸
26. بشریٰ فرخ:" وحدہٗ لاشریک" ص49
27. القرآن الحکیم،النسا،آیت:۹۹
28. بشریٰ فرخ:" ورفعنا لک ذکرک" ص165
29. بشریٰ فرخ:" وحدہٗ لاشریک" ص58
30. ایضاً،ص64
31. القرآن الحکیم،النمل،آیت:40
32. بشریٰ فرخ:" ورفعنا لک ذکرک" ص32
33. ایضاً،ص34
34. ایضاً،ص165
35. ایضاً،ص138
36. القرآن الحکیم،النمل،آیت:62
37. القرآن الحکیم،المومن،آیت:60

38. بشریٰ فرخ" ورفعنا لک ذکرک" ص168
39. بشریٰ فرخ" وحدہٗ لاشریک" ص73
40. القرآن الحکیم، آل عمران، آیت:26
41. بشریٰ فرخ:" ورفعنا لک ذکرک" ص28
42. ایضاً،ص30
43. ایضاً،ص29
44. القرآن الحکیم، الزمر، آیت:36
45. بشریٰ فرخ:" ورفعنا لک ذکرک" ص40
46. بشریٰ فرخ:" وحدہٗ لاشریک" ص82

# بشریٰ فرخ کی نعت نگاری

نعت منظوم ہو یا منثور آزاد ہو یا قافیہ ردیف کی پابند اس کی اہمیت ایک مسلمہ حقیقت ہے یہ وہ صنف سخن ہے جس کی بدولت عاشقان باصنفا نبی کریم کی توصیف وثناء سے اپنے مشام جاں کو معطر کرتے ہیں۔ ہر صدی اور ہر عہد نعت کی دلکشا صداؤں سے مخمور و معمور ہے۔ خالق ہو یا مخلوق مدحت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سب کی معرفیت روز روشن کی طرح عیاں ہے ہر مکاں نعت کے دم سے درخشاں ہے اور ہر زماں نعت کی نورانسانیت سے منور ہے کوئی لمحہ اس کی برکات وتجلیات سے خالی نہیں ہے قرآن کریم کے ہر حرف، ہر لفظ، ہر صفحہ، ہر آیت ہر رکوع اور ہر پارہ سے مدحت رسول کریم کی مقدس آبشاریں جاری ہیں۔

نعت نے جس طرح دنیا کی ہر زبان اور عالم کے ہر ادب کو وقار بخشا ہے اسی طرح اردو زبان اور اس کا ادب بھی اس کے سدا بہار رنگوں سے مزین ہے نعت کی قوس قزح اس زبان کے آکاش ادب پر بھی اپنے لافانی نقش کو قائم و دائم رکھے ہوئے ہے اور انشاء اللہ تا قیامت نعت کی یہ قوس قزح اپنے خوش نما اور تقدس بھرے رنگوں کے ساتھ دعوت نظارہ دیتی رہے گی۔

پشاور نعت کے حوالے سے ہمیشہ فعال رہا ہے اس سرزمین نے نعت کے حوالے سے زریں کام کرنے والے عظیم سپوت پیدا کیے ہیں جن کی خدمات تاریخ کے صفحات پر منقش ہیں یہ بات بڑی خوش آئند ہے کہ اس شہر میں نعتیہ تخلیقات کا ایک گلستان وجود میں آچکا ہے

جس کے پھولوں کی خوشبوئیں اتنی دلنواز ہیں کہ ارباب علم وادب اس شہر کی طرف منہ کر کے سانس لینے پر مجبور ہو چکے ہیں اس شہر کے شعرا وادبا شبانہ روز نعت کے میدان میں سرگرم عمل ہیں اور خوش دلی کے ساتھ محبت وعقیدت کی خوشبوؤں میں اپنے تخلیقی جوہر دکھا رہے ہیں بلا شبہ نعت کے حوالے سے کام کرنے والا ہر شاعر اور ہر ادیب قابل احترام ہے کیونکہ اس کی سوچوں کا محور تاجدار مدینہ کی ذات اقدس ہے مگر جو مقام وعزت محترمہ بشریٰ فرخ کو حاصل ہے وہ ہر کسی کے نصیب میں کہاں؟

آپ شاعرہ بھی ہیں، بہترین سفر نامہ نگار بھی ہیں، تحقیق اور تنقید میدان میں بھی آپ کئی کارنامے انجام دے چکی ہیں۔ نعت سے آپ کی عقیدت ومحبت روزِ روشن کی طرح عیاں ہے جس کا ثبوت نعتیہ مجموعہ کلام ''تو کجا من کجا'' ہے آپ کے نعتیہ کلام میں عشق مصطفیٰ کی بھرپور جھلک پڑھن کو ملتی ہے عشق جس کی کوئی انتہا نہیں ہے عشق خدا اور رسول میں کوئی کتنا بھی آگے چلا جائے تشنگی بہر کیف برقرار رہتی ہے۔ یہی تشنگی سچی لگن اور آرزو کی علامت ہے کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی نظر کرم ہو جائے تو پھر روشنی اور جستجو کے نئے در وا ہوتے چلے جاتے ہیں اسی لیے شاہ کون ومکان کی صفت بیان کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ آپ کا انداز تکلم اس قدر خوبصورت اور متاثر کن تھا کہ اگر دشمن کے کان میں بھی آپ کی آواز مبارک پڑ جاتی تو اس کے من کی حالت بھی بدل جاتی۔

انداز ترے احسن تکلم کے عجب تھے
جو دشمن جاں پر بھی اثر کرتے رہے ہیں (ص46)

اور جس جگہ آپ کے قدم مبارک پڑ جاتے ہیں وہ جگہ خوبصورت ہو جاتی ہے اور اس جگہ کی مٹی موتی بن جاتی ہے۔

جس راہ سے بھی گزرے شہنشاہ زمانہ
اس راہ کی مٹی کو گہر کرتے رہے ہیں (ص46)

اللہ نے آپ کو انتہائی حسین وجمیل بنا کر معبوث فرمایا آپ سے زیادہ حسین وجمیل نہ کوئی تھا نہ ہے اور نہ ہوگا آپ صاحب کمال بھی ہیں۔

جمال بھی ہیں وہ آئینہ بھی ہیں
کمال بھی ہیں وہی صاحب کمال بھی ہیں (ص120)

وہ ذات اپنی مثال آپ ہے آپ بے مثل ہی نہیں لازوال بھی ہیں۔

مثال ان کی نہیں کوئی بے مثال بھی ہیں
زوال ہی نہیں ان کو وہ لازوال بھی ہیں (ص120)

آپ کا جائے مدفن مدینہ ہر دور میں انسانیت کی رہبری کا فریضہ ادا کرتا ہے یہاں سے ہر انسان بلا رنگ ونسل فیض حاصل کرتا ہے۔

بلا تفریق ہر اک نے یہاں سے فیض پایا ہے
رہا ہر دور میں جو رہبر کامل مدینہ ہے (ص152)

اسی لیے موجودہ دور کی حالت کا ذکر آپ کے سامنے یوں بیان کرتی ہیں۔

یہاں بشریٰ سے سادہ دل بھلا کیسے جگہ پاتے
زمانے تیری اگلی صنف میں سب چالاک بیٹھے ہیں (ص125)

آپ نے اکثر اشعار میں اسلامی تاریخ کے ان واقعات کو جن کا آپ ﷺ کی ذاتِ مقدسہ سے تعلق ہے بہت خوبصورت انداز میں بیان کیا ہے مثلاً واقعہ معراج کے بیان کی صورت میں کچھ یوں ہیں۔

ملی ہے عرش کو توقیر تجھ سے
کہ چوما اس نے تیرا نقش پا ہے (ص143)

بشریٰ فرخ کی شاعری کی بڑی خوبی یہ ہے کہ آپ نے اشعار کے ذریعے قارئین کو زندگی آسان بنانے کے لیے کام کی باتیں بھی بتائی ہیں اس شعر میں کہا گیا ہے کہ اے انسان

نہ جانے کب تیری زندگی کا چراغ گل ہو جائے اس لیے دنیاوی اسباب کو مت جمع کر۔

خبر کس کو کہ کس لمحے تماشہ ختم ہو جائے

تو دنیاوی سفر پر ساتھ زاد راہ کیا رکھنا(ص115)

بے شمار فنی خوبیوں سے مزین یہ نفیس اردو ادب کا شہکار نعتیں ہیں کہاوتوں کے استعمال سے اشعار میں گہرائی اور ادبی خوبصورتی پیدا ہوئی ہے۔

صبح کا بھولا ہوا شام کو لوٹ آیا ہو

ان کے دربار میں یوں میری پذیرائی ہوئی(ص 150)

اس مجموعہ کلام میں نعتوں کے علاوہ سلام اور صناقب بھی پڑھنے کو ملتے ہیں دونوں اصناف سے ایک ایک مثال حاضر خدمت ہے۔

نہ کوئی عشق میں ایسے مقام تک پہنچا

جہاں اویس ہیں حسان ہیں بلال بھی ہیں(ص121)

جو مدق دل سے علی کا مقام مانتے ہیں

وہ ان کو وارث خیر الانام مانتے ہیں(ص159)

آپ کی الفت ہمارا جزو ایماں سیدہ

پیکر صدق و صفا حق کی خطیہ السلام(ص156)

## قابل غور بات:

مذکورہ مجموعہ کو پڑھتے ہوئے اس وقت بڑی حیرانی کا سامنا کرنا پڑا۔ جب معلوم ہوا کہ شاعرہ کی چند نعتیں بطور حمد یہ شاعری کے حمد یہ مجموعہ میں بھی موجود ہیں ثبوت حاضر خدمت ہے:

| تو کجا من کجا | ناذ کرونی اذکم |
|---|---|
| ص نمبر 128.129 | ص نمبر 113-112 |
| ص نمبر 127-126 | ص نمبر 126-125 |

ص نمبر 119-118　　　　ص نمبر 111-110

صفحہ نمبر 91 پر خوبصورت فارسی نعت اس بات کی علامت ہے کہ آپ نہ صرف فارسی زبان وادب کا گہرا علم رکھتی ہیں بلکہ فارسی زبان میں شاعری کے فن سے بھی بخوبی واقف ہیں اس مضمون کا اختتام رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور مانگی دعاوں پر اے اللہ میں گناہ گار ہوں مجھ پر اپنا فضل و کرم جاری رکھنا اور روز محشر رسوائی سے بچانا۔

گناہ گاروں پہ تو فضل و کرم کیا نتہا رکھنا
ہر اک رسوائی سے مولا سر محشر بچا رکھنا (ص115)

مجھے آخری سانس دربارِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں لینا نصیب ہو۔

آخری ہچکی ہو دربار رسالت میں نصیب
دل بشریٰ میں تمنا یہی دائم رکھنا (ص162)

# بشریٰ فرخ کی نعتیہ شاعری کا موضوعاتی جائزہ

انسانی جذبات، احساسات اور خیالات کا لفظی اظہار ادب ہے۔ اس اظہار کے لیے نظم و نثر کا سہارا لیا جاتا ہے اصناف سخن کی کئی صورتیں اور ہیئتیں برتی جاتی ہیں، پھر تنقیدی مراحل سے گزار کر اس تخلیق کار کی تخلیق کا مقام و مرتبہ متعین کیا جاتا ہے۔ مقام و مرتبے کے تعین کے لیے دو طریقے اپنائے جاتے ہیں، ایک تخلیق کا موضوعاتی مطالعہ اور دوسرا فنی مطالعہ دیکھا جاتا ہے۔ موضوعاتی مطالعے کے سلسلے میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ کیا تخلیق کار نے اپنی تخلیق میں نئے نئے موضوعات کو سمویا ہے، یعنی موضوعاتی تنوع ہے۔ کیا تخلیق کار نے روایتی موضوعات کو جدت، نئی فکر اور نئے نقطہ نظر کے مطابق اپنایا ہے؟ کیا وہ کلام میں عمومیت کے ساتھ ساتھ متعلقہ موضوع کی نئی نئی جہتیں، شکلیں اور نئے نئے گوشے وا کرنے پر قادر ہیں؟ یہی وہ بنیادی باتیں ہیں جو موضوعاتی مطالعے میں دیکھی اور پرکھی جاتی ہیں۔

اردو زبان و ادب نے ابتدا ہی دین اسلام سے کی۔ اس لیے اردو زبان کی ابتدا میں ہی ہمیں بہترین نعتیہ ادب ملتا ہے جو اپنے موضوعات کی جدت اور مضامین کے نئے گوشے روشن کرتا ہے۔ حضرت عائشہؓ کے نزدیک سارے کا سارا قرآن ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن اخلاق کا مظہر ہے لہٰذا پورے کا پورا قرآن ہی نعتِ رسولِ مقبولؐ کے ضمن میں آتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت سے لے کر آج تک اردو نعت نے مختلف موضوعات کو اپنے اندر سمیٹا۔ ہر دور کے شعرا نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق و اوصاف سراپا، عادات، اطوار، حسن

سلوک اور دیگر موضوعات کو برتا ہے۔ دیگر اصناف ادب کی طرح نعت نے بھی خوب ترقی کی عرب کے ریگزاروں سے شروع ہونے والا یہ سفر آج ساری دنیا میں پھیل چکا ہے بہت ہی کم ایسا ہوا ہوگا کہ کسی مسلمان شاعر نے اس مقدس صنف پر طبع آزمائی نہ کی ہو مسلمان شعرا تو ایک طرف غیر مسلم شعرا نے بھی نعتیں کہی ہیں۔ ابتدا سے لے کر آج تک نعت نے متنوع موضوعات کو اپنے اندر سمویا۔

جدید اردو نعت کے حوالے سے موضوعات کا تنوع نظر آتا ہے شعرآ نے نئے تجربے کے ساتھ ساتھ قوم وملک کی تمدنی زندگی سے اردو نعت کو ہم آہنگ کر کے نئی جہت بھی دی اس ضمن میں ڈاکٹر شوکت زریں اپنی کتاب ''اردو نعت کے جدید رجانات'' میں لکھتی ہیں:

> ''جدید نعت گوئی کے تحت موضوعات کی رنگارنگی کا انحصار صرف انہی شعرا پر نہیں جن کا تذکرہ اس بات کے ضمن میں کیا گیا ہے اس کے علاوہ بھی نعت گوئی کے جدید رجانات کے حوالے سے موضوعات کا تنوع نظر آتا ہے، اس میں بعض شعرا نے بالکل نئے تجربات کر کے اردو نعت کو قوم وملک کی سیاسی و تمدنی زندگی سے ہم آہنگ کر کے نیا روپ دینے کی کوشش کی ہے۔'' (1)

اردو نعت اپنے اندر لامحدود موضوعات اور وسعت کے سامان سموئے ہوئے ہے۔ نعت گو شعرا نے عشق رسول ﷺ جیسے موضوع میں ایسی وسعت پیدا کر دی ہے کہ داستان عشق تو گویا ابھی شروع ہی نہیں ہوئی تو انجام کیسا؟ ابھی گویائی کو وہ زبان بھی نصیب نہیں ہوئی جو حضرت محمد ﷺ کی مدحت بیان کر سکے۔ ابھی وہ قلم ہی نہیں بنا جو نعت نبیؐ تحریر کر سکے۔ اگر نعت صرف وصف نبیؐ کا نام ہے تو کیا حضور ﷺ کی صورت وسیرت، ظاہر و باطن شمائل و خصائل اور اوصاف حمیدہ وجلیلہ ہیں کہ یہ نعت کے دائرہ کار میں آسکیں گے۔ اس لیے یہ موضوع اتنا لامحدود ہے کہ تا قیامت بھی اگر تمام لوگ نعت گوئی کو اپنا پیشہ اور ہنر بنا لیں تو بھی صاحب حسن و جمال کا ذکر تشنہ رہے گا۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری نعت کے موضوعات کے حوالے

سے لکھتے ہیں:

" جہاں تک موضوع (نعت ) کی وسعت کا تعلق ہے اس میں حضرت محمدؐ کی زندگی اور سیرت کے توسط سے انسانی زندگی کے سارے ثقافتی وتہذیبی پہلو اور سماجی وسیاسی مباحث در آئے ہیں یہ الگ بات ہے کہ اردو فارسی کے بیشتر شعرائے عموما حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حلیہ اقدس، واقعہ معراج اور معجزات کو اپنی توجہ کا مرکز بنایا لیکن نعت کے موضوع کا دائرہ اس سے بہت وسیع ہے۔ اس میں شمائل و فضائل کے ساتھ ساتھ معمولات نبویؐ، غزوات نبویؐ، عبادات نبویؐ، آداب مجالس نبویؐ پیغامات نبویؐ اور اخلاقِ نبویؐ کے بے شمار پہلو شامل ہیں۔ حسن عمل، حسن خیال، حسن بیان اور حسن معاملہ سے لے کر عدل وانصاف جود وسخا، ایثار واحسان، سادگی و بے تکلفی، شروم وحیا، شجاعت ودیانت عزم واستقلال، مساوات وتواضع، مہمان نوازی وایفانی عبد، زیدو قناعت عفو وحلم، رحم ومروت، شفقت ومحبت، عیادت وتعزیت رقیق القلبی و جان گزاری، رحمت وکرمت لطف طبع، لطف سخن اور انسانی ہمدردی وغم خواری تک تمدنی زندگی کا کون سا پہلو اور کون سا رخ ہے جس کی ترغیب وترویج و تزئین وتطبیر کا سامان نعت کے موضوع کے اندر موجود نہیں۔" (2)

نعت کے موضوعات کے تناظر میں کئی دیگر ناقدین نے بھی اپنی اپنی ناقدانہ آرا پیش کی ہیں۔ نعت کے حوالے سے ڈاکٹر ریاض مجید نے پاکستانی اردو نعت نگاری کے حوالے سے وقیع کام کیا ہے۔ آپ کے مطابق:

" آج کے دور میں نعتوں میں موضوعات کی بوقلمونی اور رنگا رنگی بہ آسانی دیکھی جا سکتی ہے۔ نعت نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح وتوصیف کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ، حیات ، غزوات ، معجزات ، صفات، تعلیمات

احسانات عادات ومعمولات کے تذکار شخصی واردات و کیفیات کے بیان
قومی وملی مسائل کے ذکراور انسانی وآفاقی تصورات ونظریات کے مختلف پہلوؤں
کوایک قرینہ اور سلیقہ سے سمولیا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادات معمولات اور
متعلقات کے ذرا ذرا سے پہلوؤں کو مدنظر رکھا جاتا ہے۔"(3)

اس طرح قدیم شعرا سے لے کر جدید شعرائے کرام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منسلک ہر شے کو احاطہ تحریر میں لایا۔اردو شاعری میں نعتیہ شاعری کا آغاز غلام محی الدین کی مثنوی گلزار فقر سے ہوتا ہے۔اللہ کے بزرگان واولیا نے نعت کی روایت کو مستحکم کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔شعرا نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے نعتیہ ادب تخلیق کیا ہے جو کہ موضوعاتی لحاظ سے مضبوط روایت کا حامل ہے اور دیگر حوالوں سے بھی نعتیہ شاعری کو بلند مقام پر جانچا جا سکتا ہے۔ذیل میں بشریٰ فرخ کے شعرا کے نعتیہ کلام کے اہم موضوعات و مضامین پر سرسری روشنی ڈالی گئی ہے۔شمائلِ رسولؐ، خصائلِ رسولؐ، فضائلِ رسولؐ کے ساتھ ساتھ دیگر نعتیہ موضوعات کو بھی اپنے اشعار میں بیان کیا ہے۔

## شمائل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

سر سے پاؤں تک پورا جسم اور تمام اعضائے جسمانی کی تعریف میں لکھے ہوئے اشعار، مثل تمثال اور تصویر سراپا نگاری ہے ڈاکٹر ابوالاعجاز حفیظ صدیقی سراپا نگاری کی تعریف یوں کرتے ہیں:

"ادبیات کی اصطلاح میں محبوب یا ممدوح کے بالوں سے لے کر پاوں کے
ناخن تک ایک ایک کر کے مختلف اعضائے بدن کی توصیف سراپا کہلاتی
ہے۔"(4)

سراپا بنیادی طور پر مشاہدات اور تجربات کی معنی خیز شکل میں کسی شخصی حالت کا آنکھوں کے سامنے تصویری شکل میں ابھرنے کا عمل ہوتا ہے۔انسانی سراپے کو لفظی پیکر میں

ڈھالنے کا عمل سراپا نگاری کی ذیل میں آتا ہے نعت میں سراپا نگاری کا تعلق آپ کا ساتھ منسوب ہوگیا ہے۔آپ کے سراپا مبارک کو علامہ شبلی نعمانی نے یوں لکھا ہے:

"چودھویں کے چاند سا دمکتا اور مسکراتا چہرہ، پیشانی باریک گنجان اور خمدار ابرو، رنگ سفید سرخی مائل، چاندی سے دھلا ہوا بدن، آنکھیں سیاہ، پلکیں دراز پتلیاں کالی، نظریں نیچی نیچی اور شرمیلی، ناک اونچی، رخسار ہموار اور ہلکے پھلکے، ذہن فراخ، دندان مبارک باریک چمکدار اور خوش نما، ریش مبارک گھنی، بہرواں اور سینہ مبارک پر سایہ کیے ہوئے بال سیاہ اور قدرے خمدار کبھی کان کی لوتک، کبھی شانوں تک کبھی چھوٹی چھوٹی زلفیں لٹکی ہوئیں، حسن کو دوبالا کرتی ہوئیں۔" (5)

بلاشبہ عظیم ہستی کے جمال پرنور کی عظمت وشان سیرت وصورت سے انکار ممکن نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی ﷺ کو حسن سیرت کے جملہ اوصاف کے ساتھ ساتھ لازوال اور لاثانی حسن صورت سے بھی متصف فرما کر دنیا میں بھیجا۔رسول ﷺ کا حسن سیرت کے ساتھ ساتھ حسن صورت بھی ایک مکمل باب کی حیثیت رکھتا ہے۔صحابہ کرامؓ کے دور سے لے کر موجودہ شعرا تک اس موضوع کو خوب صورتی کے ساتھ برتا ہے۔قرآنِ پاک اور احادیثِ مبارکہ میں اس حسن صبیح وملیح کا سراپا بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ سیرت ابنِ ہشام میں محسنِ رسول ابوطالب کا ایک نعتیہ قصیدے کا ایک شعر صورت وسیرت کے حوالے سے ملاحظہ ہو:

وہ بیواؤں کا وارث اور یتیموں کا والی
جسے دیکھ کر بادل بھی مینہ برسا دے(6)

عربی، فارسی اور اردو نعت میں سراپا نگاری کے حوالے سے خاصا مواد موجود ہے سراپا نگاری اردو نعت کی وہ خصوصیت ہے جسے ایک مکمل اور جامع حقیقت حاصل ہے اور اس حوالے سے اردو نعت میں خاصا مواد موجود ہے رسول جیسا دنیا میں نہ کوئی آیا نہ آئے گا۔

کیوں کہ سیرت وصورت دونوں کا حسن و جمال آپ ﷺ پر منتج ہو چکا ہے۔آپ ﷺ کائنات کا مجموعہ حسن ہیں۔رسول کی ذات مبارکہ پر ایمان کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کے حسن و جمال پر ایمان لانا بھی ضروری ہے۔حضرت محمد ﷺ حسن جمال کا بہترین و عظیم نمونہ ہیں۔آپ ﷺ کا سراپا کمال درجہ حسین اور دلکش حسن وخوبی کا خزینہ تھا۔آپ ﷺ کا حسن کمال حسن کی بلندیوں کو چھوتا ہے اور یہ فیصلہ کرنا بھی ممکن نہیں کہ کس قدر پُرنور آپ ﷺ کا چہرہ تھا۔حضرت حسان بن ثابت فرماتے ہیں:

''آپ ﷺ سے حسین تر میری آنکھوں نے دیکھا ہی نہیں اور نہ ہی کسی ماں نے آپ ﷺ سے جمیل تر کو جنم دیا ہے۔آپ ﷺ کی تخلیق بے عیب ہے۔جیسے آپ ﷺ کے رب نے آپ ﷺ کی خواہش کے مطابق آپ ﷺ کی صورت بنائی ہے۔''(7)

بشریٰ فرخ محمد مصطفیٰ کی سراپا نگاری کے پرنور بیان سے قلب ونظر جگ مگاتے دکھائی دیتے ہیں:

اک قریشی ہاشمی سردار کی باتیں
عاشقوں آؤشہ ابرار کی باتیں
قدو قامت ،کاکل و رخسار کی باتیں
کالی کملی والے دلدار کی باتیں
وہ لب لعلیں کہ جن سے پھول جھڑتے ہیں صدا
چشم روشن، گیسوئے خمدار کی باتیں(8)

وہ جو محبوب اک سجیلا ہے
بخششوں کا ہی تو حیلہ ہے
ہیں جہاں سارے گوہر نایاب
میرے آقا کا وہ قبیلہ ہے(9)

جو تیرے پسینے میں رکھی خالق کل نے
خوشبو وہ مدینے میں ہے موجود ابھی تک(10)
والضحیٰ کا ذکر ہو یا تذکرہ واللیل کا
ہے یہ فرمان خدا، جو گفتگو کے نعت ہے(11)
چشم و عارض ،جبیں، یہ لب احمریں
ہے رخ عنبریں یہ فدا روشنی(12)

## معجزات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

نعت گوئی کے اندر اہم ترین موضوعات میں سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات بھی ہیں قرآن پاک میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بے شمار معجزات بیان کیے گئے ہیں ہر شاعر نے کہیں نہ کہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات کو اپنی شاعری میں موضوع سخن بنایا ہے۔ان معجزات میں واقعہ معراج معجزہ شق القمر، پتھروں کا گواہی دینا،سورج کا واپس پلٹنا اور اس کے ساتھ ساتھ دیگر بہت سارے معجزات کا بیان ملتا ہے۔اردو نعتیہ شاعری میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات کے حوالے سے ایک وقیع سرمایہ موجود ہے۔شعرا نے بھی اس موضوع کو بڑی عقیدت کے ساتھ اپنایا ہے۔بشریٰ فرخ کی نعتیہ شاعری میں معجزات کا ذکر ملاحظہ کیجیے:

خاکی وجود پھر ہوا معراج آشنا
آئے نظر میں پھر سے کچھ آثار حاضری(13)
در آقا کہ میرے واسطے معراج بخشش ہے
یہ روز حشر رب کے روبرو بری سفارش ہے(14)
عرش اعظم پہ پہنچنا بھی نصیب آپ کا تھا
آپ کے قدموں نے افلاک بھی تو تسخیر کیے(15)

## رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

عالمین عالم کی جمع ہے اور یہ ماخوذ ہے علم، بمعنی علامت یا نشان کے یعنی وہ جو اپنے خالق کا پتا دیتا ہو۔ اصطلاحی معنی دنیا جہان کے ہیں۔ عالم دنیا، عالم عقبی، عالم انفس آفاق، عالم ارض وسما، عالم جمادات، عالم جن وانس، عالم حیوانات، عالم ملائکہ، عالم ارواح عالم ملکوت، عالم جبروت، عالم ناسوت عالم مثال، عالم ملاعلی، عالم کون ومکان، عالم لامکان عالم غیب وشہود، عالم عالم امر عالم ظاہر، عالم باطن وغیرہ اور نہ جانے اس وسیع عریض کائنات میں کتنے نامعلوم جہاں ہیں۔ اب اندازہ کیجیے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحمت للعالمین کی عظمت اور برائی کا کہ جن کی رحمت ان تمام جہانوں کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات تمام جہانوں کے لیے رحمت ہے۔ نسل انسانی کی دوسری مخلوقات پر برتری بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے ہی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انسان کی طرف سے انسان پر لگائی ہوئی خودساختہ پابندیوں کو ہٹا کر صرف اور صرف خدا کے قوانین کو نافذ کیا اور اسی ایک خدا کے در پر سر جھکانے کا درس دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وما ارسلنک الا رحمت للعالمین"(16)

"محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے"

یہ موضوع نعتیہ شاعری کا اہم موضوع رہا ہے۔ اس موضوع پر ایک وقیع نعتیہ ادب موجود ہے۔ حالی کے یہ اشعار دیکھیے:

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
وہ اپنے پرانے کا غم کھانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا(17)

شعرا نے اس موضوع کو خوب صورتی اور چاہت سے برتا ہے۔ بشریٰ فرخ ملائک،

جن وبشیر کے لیے آپ کو رحمت قرار دیتی ہیں۔ یقیناً آپ ﷺ کا ختمِ رسل ہونا بھی رحمت ہی کا کرشمہ ہے جس سے امت مسلمہ کو دوام نصیب ہوا اور عالم انسانیت کو فروغ ملا آپ ﷺ کی ذات پر گویا رحمت ایزدی کی انتہا ہوگئی اور اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت عظمیٰ کامل صورت میں نازل کر کے آپ ﷺ کو رحمتِ الٰہی کا مظہر قرار دیا شعری مثال دیکھیے:

ہے عالمگیر فیضی نور کی وسعت زمانے میں
کہ نور مصطفیٰ سب کے لیے نور ہدایت ہے(18)

بشریٰ فرخ رحمت دو جہاں کی غلامی پر بھی فخر کر رہی ہیں کیوں نہ فخر کریں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ اس لیے جہاں جہاں کوئی عالم ہے وہاں رحمت للعالمین کی رحمت بھی موجود ہے۔ یقیناً آپ ﷺ کی ذاتِ مقدس منشاء ایجاد دو عالم اور مقصود کائنات ہے۔ شعر ملاحظہ ہو:

جہاں بن مانگے مل جاتا ہے سب کچھ
محمد مصطفیٰ ﷺ کا ہی تو در ہے(19)

## صاحبِ خلق عظیم ﷺ:

تمام مخلوق اللہ کا کنبہ ہے۔ اللہ کی کوئی بھی تخلیق بے وجہ اور بے مقصد نہیں۔ اللہ کو اپنی تخلیق کردہ ہر چیز سے بہت پیار ہے۔ مگر بعض کو بعض پر فضیلت بخشی ہے۔ یہ فضیلت ان مخلوقات کی ساخت یا ہیئت کی بنا پر نہیں بلکہ ان میں موجود روحانی، جسمانی قلبی ذہنی اور نفسانی خواہشات کو مدنظر رکھ کر عطا کی گئی ہے۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات پر فضیلت بخشی جس کے باعث اسے اشرف المخلوقات ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ انسانوں میں اولیا افضل ہیں۔ اولیا سے اصحابِ رسولؐ، اصحاب سے انبیا اور تمام انبیا سے حضرت محمد ﷺ افضل ہیں۔ ارشاد ہے:

"وانک لعلی خلق عظیم"(20)

"اور بے شک آپ بہت عظیم اخلاق پر فائز ہیں۔"

عربی و فارسی کے ساتھ اردو نعتیہ کلام میں صاحبِ خلق عظیم کا بیان اہم موضوع رہا حفیظ جالندھری کا شعر بہ طور مثال ملاحظہ کیجیے:

سلام اے صاحبِ خلق عظیم انسان کو سکھلا دے
یہی اعمال پاکیزہ یہی اشغال روحانی (21)

بشریٰ فرخ نے اپنی نعتیہ شاعری میں آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے خلق عظیم کے چند پہلوؤں کو دل کش انداز میں سمویا ہے یقیناً آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہر دو جہاں میں رحمت اور محسن ہیں۔اس لیے خلق عظیم کے اوصاف کوئی بھی نہیں بتا سکتا کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم حسن مجسم ،خلق عظیم ،خزینہ حکمت اور گنجینہ معرفت ہیں۔ فصاحت آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر ختم بلاغت آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر نثار، سخاوت آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے قدم چومتی ،شجاعت آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی باندی آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مجسم رعنائی اور مجسم زیبائی و توانائی رہ مستقیم کے رہرو اور رہنما بھی ہیں۔عہد جدید و قدیم کے ہادی آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہی تو ہیں خلق عظیم میں اس جہاں میں کوئی مثل مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیکھا نہیں۔اشعار ملاحظہ فرمائیے:

ضیائے چہرہ اقدس سے کائنات میں نور
مرے جمیل الشیم سا جمال کوئی نہیں (22)

## وجہِ تخلیق کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم:

اللہ تعالیٰ کی ذات کریمی پردہ تجرید میں مخفی تھی کہ اس ذات نے اپنے آپ کو پردہ سے نکال کر ظاہر کرنا چاہا۔اس نے سب سے پہلے اپنے محبوب آقائے نامدار حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی روح مقدسہ کو تخلیق کیا مگر اس ذات کو بھی اس وقت تک اوجھل رکھا کہ جب تک زمین و آسمان کی تزئین و آرائش مکمل نہ ہوگئی۔آخر کار اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس ذات کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر خطہ ارض پر مبعوث فرما دیا۔

"لولاک مما خلقت الافلاک"

"اگر آپ (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نہ ہوتے تو میں افلاک (جہانوں) کو پیدا نہ کرتا۔" (23)

اردو نعتیہ ادب میں اس موضوع کے حوالے سے ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے شروع سے لے کر آج تک شعرا نے اپنے اپنے انداز سے اس موضوع کو موضوعِ سخن بنایا ہے۔ نعتیہ شاعری میں بھی اس حوالے سے شعرا نے اپنی عقیدت کے پھول نچھاور کیے ہیں۔ اس مضمون کو بشریٰ فرخ نے ایک نئی اور نہایت پر اثر جہت کے ساتھ بہترین انداز میں اس طرح نظم کیا:

وجہِ تخلیق ہر دو عالمؐ بھی
روزِ محشر بھی وہ وسیلہ ہے(24)

سید الانبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

فلاح و اصلاح انسانیت کے واسطے اللہ نے کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیا کو دنیا میں اپنا پیام بر بنا کر بھیجا جو وقتاً فوقتاً دنیا کے مختلف حصوں میں مبعوث کیے گئے۔ یہ لوگ بھٹکے ہوؤں کو راہ راست پر لانے کے لیے سرگرداں رہتے۔ تمام پیغمبرانِ خدا کا کام ایک سا تھا مگر خدا نے جن کو چاہا اعلیٰ رتبہ و مقام عطا کیا۔ انبیا کا مقام باقی لوگوں سے کہیں زیادہ ہے مگر آقائے نامدار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان باقی سب انبیا سے جدا اور اعلیٰ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیا کے امام اور سردار ہیں۔

اردو نعتیہ شاعری میں اس موضوع پر بہت کچھ لکھا گیا ہے شعرا نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سیّد الانبیا امام المرسلین تسلیم کرتے ہوئے اپنی عقیدت کا اظہار کیا ہے۔ فضیلت کے مضمون کو نہایت خوب صورتی کے ساتھ بشریٰ فرخ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شعر سہل ممتنع ہونے کے ساتھ ساتھ شعری معراج کی کمال پر پہنچ گیا، ہے۔ شعر ملاحظہ ہو:

شہ انبیا محمد ہیں حبیب رب عالم
کہ سکون جان و دل میں برائے غم گساراں(25)

بتاتا ہے کہ ہیں سردار آقا سارے نبیوں کے
چمکتا چہرہ اقدس یہ جونور امامت ہے(26)

جس یہ لکھا تھا گدا ئے تاجدار انبیا
آپ کے در مجھے خلعت وہ پہنائی گئی(27)

## خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

خاتم انبیاء کے معنی" نبیوں کوختم کرنے والا" کے ہیں۔حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے آخری نبی ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نہ کوئی نبی آیااور نہ آئے گا۔رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''میری امت میں تیس جھوٹے پیدا ہوں گے۔ ہر اک کا دعویٰ ہوگا کہ وہ نبی ہے۔سن لو! میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی بھی نہیں۔''(28)

جس طرح دنیا کی کسی بھی تقریب کے مہمان خصوصی کو دعوت خطاب کے لیے سب سے آخر پر بلایا جاتا ہے۔ بالکل اسی انداز میں اللہ تعالیٰ نے بھی دعوت حق کے لیے نبیوں میں سب سے آخر پر اپنے محبوب نبی کو مبعوث فرمایا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی اور نبی نہیں آئے گا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دین اسلام کومکمل کر دیا۔قیامت تک آنے والے انسانوں کو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم وشریعت کے تابع کر دیا ہے۔ارشاد ہے:

**"ما کان محمد أباًاحد من رجالکم ولکن رسول اللہِ وَ خاتم النبین" (29)**

''محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خاتم النّبیین ہیں۔''

اردونعتیہ شاعری میں خاتم النّبیین کا موضوع ایک اہم اور بنیادی موضوع رہا ہے اس حوالے سے شعرا کے ہاں اچھا خاصا نعتیہ سرمایہ موجود ہے۔بشریٰ فرخ نے بھی اس مضمون کو جا بہ جا اپنی نعتیہ شاعری میں محبت اور عقیدت کے ساتھ برتا ہے۔بشریٰ فرخ کا شعر ملاحظہ ہو:

جان ناموس رسالت پر نچھاور کرنا
مشتر کی قدر ہے دنیا کے مسلمانوں میں(30)

عرب کے ریگزاروں پر بھی آئی تابنا کی
بفیض خاتم مرسل بنام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے(31)
جو باغ انبیا کا اخیری گلاب ہیں
وہ صرف میرے آقا رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں(32)

## شانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

بعد از خدا بزرگ تو ہی قصہ مختصر سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت معلوم ہو جاتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمتِ شان اور مقام یہ ہے کہ تمام اشیاء اس نور کی مظہر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وساطت سے عقول، نفوس، لوح قلم عرش، کرسی افلاک، کواکب، ارکان، معاوان، نباتات، حیوانات اور انسان کو پیدا فرما کر مقام محمود عطا کیا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سراپا قرآن ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے بہت سے مقامات پر اپنے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قدر و منزلت انتہائی خوب صورت انداز میں واضح فرمائی ہے۔ جس سے ہمارے آقا نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت و رفعت اور بارگاہ الٰہیہ میں کمال شان محبوبیت آشکار ہوتی ہے۔ اردو نعتیہ ادب کی خوش قسمتی ہے کہ اس میں مقام اور شانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے ثروت مند سرمایہ موجود ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام خدا ہی جانتے ہیں تاہم شعرا نے اس موضوع کو بہ طور خاص اپنی نعتیہ شاعری میں سمو کر اپنی عقیدت کا اظہار کیا ہے۔

بشریٰ فرخ کی ایک پوری نعتیہ کتاب اسی نام سے منسوب ہے۔ اشعار درج ہے:

خاک بھی کی رہی ہے آسماں سے معتبر
ہے یہی دنیا میں سب شہروں سے عزت والا شہر(33)
ذکر آقا سے ہی قائم رنگ بوئے نعت ہے
کچھ نہیں یہ دل فقط اک آب جوئے نعت ہے
سیرت و فہم و فراست علم و حکمت، معجزات
ہر ادا صل علیٰ کی آبرو کے نعت ہے(34)

## میلاد/آمد مصطفیٰ ﷺ:

محبوب خدا، تخلیق کائنات و مکان یتیموں کے والی غلاموں کے مولیٰ، غربا و مساکین کے ملجا، کمزروں کے ماوی، بیوگان کے سہارا، مظلوموں، مجبوروں، مقہوروں اور بے آسروں کے آسرا، بے کسوں کے حامی، گرے اور پسے ہوئے لوگوں کے دست گیر، غریبوں کے حقیقی غم خوار آفتاب عالم تاب سراج منیر و رحمت اللعالمین حضرت محمد مصطفیٰ ۱۲ ربیع الاول ۵۷۱ء بہ روز سوموار اس دنیا میں جلوہ افروز ہوئے نعت کی شروعات اللہ تعالیٰ کے توصیفی کلمات سے ہوئی اور نعت کا یہ سفر آج پوری آب و تاب سے جاری و ساری ہے۔قرآن حکیم کے مطابق اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا بھیجا۔ پھر اسی طرح ہم نے آپ ﷺ کے ذکر کو بلند کر دیا ہے۔

آمد مصطفیٰ کا موضوع شروع ہی سے نعتیہ ادب کا موضوع رہا ہے اور ایک پاکیزہ جذبہ روایت کی شکل میں نسل در نسل منتقل ہوتا رہا ہے آپ کی محبت و عقیدت میں ڈوب کر اردو شعرا نے آمد مصطفیٰ کے موضوع کو اپنے کلام کا حصہ بنایا ہے۔شعرا کے ہاں بھی یہ مبارک روایت بڑی تواتر سے ملتی ہے۔انھوں نے آمد مصطفیٰ کے موضوع کو بڑے جوش و جذبے کے ساتھ اپنی نعتیہ شاعری میں اپنایا ہے۔ بشریٰ فرخ بھی خوشی کا اظہار کر رہی ہیں یہ جہاں اندھیروں میں ڈوبا ہوا تھا۔انسانیت نام کی کوئی چیز نہیں تھی خیر خلق خدا نور الہدی روشنی بن کر آ گئے۔آقا ﷺ کی تشریف آوری سے زمانے کا رنگ ہی بدل گیا انھوں نے آپ کی آمد کو والہانہ انداز میں یوں پیش کیا ہے:

12 ربیع الاول
فخر موجودات کی آمد ہوئی
سید السادات کی آمد ہوئی
وجہ کائنات کا صدقہ ملا

اور کائنات کی آمد ہوئی

جگمگا اٹھی ہر اک شے نور سے

مصطفٰے کی ذات کی آمد ہوئی

عمر بھر کی خشک سالی کاٹ لی

اور پھر برسات کی آمد ہوئی

جب بھی میں نعت نبی لکھنے لگی

دل پہ الہامات کی آمد ہوئی

آج کا دن بھی رہا خوش بخت یوں

میرے گھر سادات کی آمد ہوئی (35)

## عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

جب ساری محبتوں پر ایک محبت غالب آجائے تو اسے عشق کہتے ہیں۔ عشق مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ جذبہ ہے جو کامیابی کی ضمانت دیتا ہے اور ایمان کی دوسری سیڑھی ہے۔ عشق کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوسکتا حضور نے فرمایا:

"تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک اس کی نگاہ میں اس کے باپ، اس کے بیٹے اور سارے انسانوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں" (36)

احمد ندیم قاسمی نعت میں جذبہ عشق کے حوالے سے یوں لکھتے ہیں:

''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انتہا درجے کی ارادت اور عقیدت اور محبت کے بغیر موثر نعت کہنا دشوار کام ہے۔ اس طرح نعت رسمی ہو جاتی ہے اور ہمارے ہاں رسمی نعتوں کی کمی نہیں ساتھ ہی انتہا درجے کی محبت کا ایک پہلو وارفتگی بھی ہے اور نعت گوئی میں وارفتگی کا گزر ہی نہیں۔ کیوں کہ نعت کہتے ہوئے وارفتگی اور

بے احتیاطی کی وجہ سے کوئی جسارت سرزد ہو جائے تو نعت کا سارا اثر زائل ہو جاتا ہے۔''(37)

عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُردو شاعری کا بنیادی موضوع رہا ہے اور ہر نعت گو شاعر کے ہاں عشق رسول کی تڑپ دکھائی دیتی ہے مثلاً امیر مینائی کی نعت کا شعر دیکھیے:

یہ آرزو ہے کہ ہر عضو عشق احمد میں
تڑپ تڑپ کے دل بے قرار ہو جائے(38)

شاعر مشرق علامہ ڈاکٹر محمد اقبال عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جذبہ کو یوں الفاظ کے قالب میں ڈھال رہے ہیں:

نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآن وہی فرقان وہی یٰسین وہی طٰہٰ(39)

اسی روایت کو برقرار رکھتے ہوئے بشریٰ فرخ بھی عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موضوع کو اپنی نعتیہ شاعری میں برتا ہے اور عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اپنی قسمت پر نازاں ہونے کا اظہار بھی کیا ہے۔ وہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قائل ہیں۔ وہ عشق کو اپنا امام کہتے ہیں:

موسم ہجر کے انداز بدل جاتے ہیں
حسن جب عشق پر مائل بہ کرم ہوتا ہے(40)

اک قطرہ ناچیز کی اوقات ہی کیا ہے
اس عشق سمندر میں بری فرات ہی کا ہے
لفاظی نہیں چلتی ہے قرطاس ادب پر
شامل جو عقیدت نہیں پھر نعت ہی کیا ہے(41)

سر کٹانے کو رہوں تیار آقا کے لیے
بر سر میز پکاروں ، عشق آوازہ کروں

ملے جو نقش ہائے احمد مرسل تو آساں ہو
ہمیشہ سے یہ راہ عشق راہ آزمائشی ہے(42)

## التجا توسل نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

دور حاضر کے تناظر میں دیکھا جائے تو امت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عرصہ حیات تنگ کر دیا گیا ہے۔ ہر طرف سے ملت اسلامیہ کا گھیراؤ کیا جا رہا ہے۔ اگر غیر مسلم قوتوں کو آپس میں زور آزمائی کرنا مقصود ہو تب بھی اکھاڑا ایک مسلم علاقہ بنتا ہے یوں اسلام اور مسلمان دنیا میں ہر جگہ ظلم و جبر کی چکی میں پستے جا رہے ہیں مسلمان آپس کی رنجشوں اور اغیار کی چالاکیوں کے باعث ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو چکے ہیں۔ ہر سو تفرقہ نے امت کو بانٹ رکھا ہے۔ مسلمانوں کی ایک جماعت دوسرے اسلامی لشکر کو مسلمان ہی تصور نہیں کرتی ۔ ان حالات کے پیش نظر وہ تمام قوتیں سر اٹھا رہی ہیں جن پر مسلمان حکومت کر چکے ہیں اور وہ مسلمان قوم سے اپنی غلامی اور محکومی کا بدلہ لے رہے ہیں ۔جس کی واضح اور روشن مثال مسلمانوں کے ساتھ برما کی حکومت اور عوام کا ناروا سلوک، فلسطین پر اسرائیل کا جبر اور کشمیر میں جاری بھارتی بربریت ہے۔ ان حالات کے باوجود حکمران طبقہ اغیار کی تقلید کیے جا رہا ہے۔ عالم اسلام اس وقت قائدانہ صلاحیت کے حامل حکمرانوں سے محروم ہے جس کے باعث اغیار نے مسلمانوں کا جینا دشوار کر رکھا ہے۔ ان حالات میں شعرا کیسے خاموش رہ سکتے ہیں۔ شعرا ان تمام مشکلات کے حل کے لیے توسل نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ، اللہ تعالیٰ سے دست دعا ہیں ۔ اردو نعتیہ شاعری ایسی مثالوں سے بھری پڑی ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے التجا و دعا کی بے مثلاً حالی کا یہ شعر ملاحظہ ہو:

اے خاصہ خاصان رسل وقت دعا ہے
امت پہ تیری آ کے عجب وقت پڑا ہے(43)

بشریٰ فرخ بھی توسل نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا راستہ اختیار کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے

مدد طلب کی ہے۔ وہ مسلم امہ کے لیے محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، شاہ امم اور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دست دعا ہیں کہ توحید کے داعی بکھرتے جا رہے ہیں اور پرستاران صنم یک جا ہیں۔ ان مشکلات میں ہماری اور ہمارے مقدس مقامات القدس، فلسطین، اقصیٰ اور دیگر مقامات کی حفاظت فرما خوب صورت دعائیہ اظہار یہ ذیل کے اشعار میں دیکھیے:

ہو جنت کا وہی گوشہ ، سبزی جالیوں والا
دمِ آخر، ثنا بر لب، دلِ لاچار کی خواہش (44)
دعا آدم نے مانگی تھی محمد کے وسیلے سے
یہ قصہ بھی حدیث تیمیہ ہم کو سناتی ہے (45)

## اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

اسلام میں اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایمان کا لازمی جزو اور قربتِ الٰہی کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ قرآن و احادیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کو اطاعتِ الٰہی قرار دیا گیا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ فرماتا ہے:

"جس نے نبی کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی" (46)

بشریٰ فرخ اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے لکھتی ہیں:

محبوب سے فرمائی جو اللہ نے ہر بات
قرآن کے سینے میں ہے موجود ابھی تک (47)

اطاعت رسول کا موضوع نعتیہ شاعری کا ایک اہم حصہ ہے۔ بشریٰ فرخ کے ہاں اس موضوع کا بیان اپنی پوری تابانیوں کے ساتھ موجود ہے۔ آپ کی اطاعت کو خدا کی اطاعت کا مضمون یوں ذیل کے اشعار میں برت رہے ہیں:

جنہوں نے تیری اطاعت سے انحراف کیا
انہیں بھی اذن معافی کا دے دیا تو نے (48)

بوجھ ہے اس وقت تک کندھوں پہ یہ میرے خدا
تیری طاعت میں کہ تسلیم جب تک زخم نہ ہو(49)

## نذرانہ درود وسلام:

نبی پاک ﷺ پر صلوٰۃ وسلام بھیجنے کو درود کہتے ہیں۔نعت میں جہاں نبی پاک ﷺ سے عقیدت ومحبت کا بیان ہوتا ہے، وہی آپ ﷺ پر درود وسلام بھیجنے کی فضیلت کا ذکر بھی ہوتا ہے۔ارشاد ہے:

"ان اللہ و ملائکته یصلون علی النبی یایها الذین امنو صلوا علیه وسلموا وتسلیما"(50)

''بے شک اللہ اور اس کے سب فرشتے نبی ﷺ پر درود بھیجتے رہتے ہیں۔
اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو۔''

درود کی فضیلت کے متعلق حدیث شریف میں ہے:

"مجھ پر کثرت سے درود پاک پڑھو بے شک تمہارا مجھ پر درود پاک پڑھنا تمہارے گناہوں کے لیے مغفرت ہے۔"(51)

نعت کا یہ موضوع انتہائی اہمیت کا حامل ہے تقریباً اس موضوع کو ہر شاعر نے اپنی نعت میں سمویا ہے بشریٰ فرخ نے بھی آقا پر درود وسلام کے نذرانے پیش کیے ہیں۔وہ شان عقیدت میں دورد کے نذرانے پیش کرتے ہیں۔رب اور فرشتے آپ ﷺ پر درود وسلام پیش کرتے ہیں اور جب یہ رب کا حکم ہے تو میں کیوں نہ آپ ﷺ پر ہدیہ درود وسلام پیش کروں درود وسلام میں عقیدت کا اظہار دیکھیے:

شرف ملا ہوا حاضر ریاض جنۃ میں
درود پیش نبی بعد از سلام ہوا(52)
ہو محمد پر درود ، آل محمد پر درود
نعت ہے میراث ان کی یہ گھرانہ نعت کا(53)

بشریٰ فرخ کے نعتیہ کلام کے موضوعاتی مطالعہ کے بعد یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان کے ہاں نعت کی صنف میں قدیم وجدید موضوعات کا ایک جہان دیگر آباد نظر آتا ہے نت نئے موضوعات اچھوتے انداز میں موجود ہیں۔ موضوعاتی تنوع کی دل آویز اور ایمان افروز رنگینی ملتی ہے اور یہ موضوعاتی جدت شرعی اور شعری تاثر، عقیدت و محبت کی حلاوت اور معنی آفرینی کا سبب ہے۔ ادبی چاشنی کے ساتھ ساتھ فکر وفن کا حسین امتزاج ہے، موضوعات میں ایجاد و اختراع کے عمل کی وجہ سے موضوعات کی جدت اور نئے نئے مضامین کے امکانات روشن ہونے ہیں۔

شمائل نبی ﷺ جس میں آپ کا حسن مبارک، جبین مبارک چہرہ اقدس خاک پا نقش پا، زلفوں کا بیان، رخسار، رنگت، پیٹ، گیسو، تلوں کے ساتھ ساتھ دیگر سراپا نگاری ملتی ہے۔ اسی طرح فضائل نبی میں آپ ﷺ کے معجزات، رحمت العالمین، خلق عظیم، خاتم النّبیین، وجہ تخلیق کائنات شانِ مصطفیٰ، عظمت مصطفیٰ مقام مصطفیٰ سیّدالانبیا، فضل وعطا کے ساتھ ساتھ دیگر فضائل نبی پاک کے موضوعات کو خوب صورتی سے برتا گیا ہے۔ اسی طرح خصائل نبی ﷺ میں آپ کی عادات جن میں صادق وامین، مہمان نوازی، دشمنوں سے سلوک، جود وسخا، عدل وانصاف، عفو درگزر کے ساتھ دیگر خصائل کو بھی اپنایا گیا ہے آمد مصطفیٰ، میلاد نبی پاک ﷺ کرب فراق حرم تمنائی زیارت عشق رسول شفاعت نبی ﷺ، اطاعت وغلامی نبی پاک ﷺ اظہار عاجزی وانکساری التجا توسل نبی اکرم ﷺ حب مصطفیٰ، مدحتِ آقا ﷺ، یاران نبی پاک ﷺ اور درود وسلام کے ساتھ ساتھ آپ کی صورت وسیرت کے کئی پہلوؤں سے بشریٰ فرخ نے محبت وعقیدت کا اظہار کیا ہے۔ وہ عشقِ مصطفیٰ ﷺ کی وارفتگی میں ڈوبے دکھائی دیتے ہیں سیرت طیبہ اور عظمت ورفعت کے مختلف پہلوؤں کے رنگ دکھائی دے رہے ہیں۔ آپ سے ان کی محبت وعقیدت کا عملی اظہار ان کی نعت گوئی میں موجود ہے منفرد اسلوب اور موضوعاتی تنوع کی وجہ سے بشریٰ فرخ کا اردو نعتیہ ادب اردو نعتیہ شاعری کو تازگی ووسعت اور عظمت وانفرادیت فراہم کرتا ہے۔

## حوالہ جات:


1. شوکت زرین چغتائی، ڈاکٹر: " اردو نعت کے جدید رجحانات، بزم تخلیق ادب، کراچی، ۲۰۱۱ء، ص ۲۶
2. فرمان فتح پوری، ڈاکٹر: " اردو نعتیہ شاعری" گنج شکر پریس، لاہور، ۲۰۰۷ء، ص ۲۲
3. ریاض مجید، ڈاکٹر: " اردو میں نعت گوئی" اقبال اکادمی، لاہور، ۱۹۹۰ء، ص ۱۴
4. حفیظ صدیقی، ڈاکٹر، ابوالاعجاز: "تفہیم و تحسین شعر" سنگت پبلشرز، لاہور، ۲۰۰۶ء، ص ۱۴۴
5. شبلی نعمانی، علامہ: " سیرت النبی (جلد اول دوم)" اسلامی کتب خانہ، لاہور، س۔ن، ص ۱۹۲
6. حمیداللہ، ڈاکٹر: "مضمون" مشمولہ: نقوش رسول نمبر بحوالہ: سیرت طیبہ کے شعری نقوش، ص 12
7. حسان بن ثابت: " دیوان" عکسی ایڈیشن امجد اکیڈمی، لاہور، ۱۳۹۷ ہجری، ص ۱۲
8. بشریٰ فرخ: " توئی سلطان عالم یا محمدؐ" شاہ شمس مطبوعات، ملتان، 2023ء، ص 49
9. ایضاً، ص 74
10. ایضاً، ص 77
11. بشریٰ فرخ: " بعداز خدا بزرگ توئی" رنگ ادب پبلی کیشنز، کراچی، 2022ء، ص 82
12. ایضاً، ص 90
13. ایضاً، ص 60
14. بشریٰ فرخ: " توئی سلطان عالم یا محمدؐ" ص 108
15. ایضاً، ص 45
16. حمید ممتاز، خواجا: " چند سائے" پرنٹنگ ایونیو ہاؤس، راولپنڈی، ۲۰۰۹ء، ص ۱۳
17. القرآن الحکیم، الانبیاء، آیت: ۱۰۷
18. بشریٰ فرخ: " توئی سلطان عالم یا محمدؐ" ص 109
19. ایضاً، ص 86
20. القرآن الحکیم، القلم، آیت: ۴
21. حفیظ جالندھری: " کلیات حفیظ جالندھری" ص ۱۳۵
22. بشریٰ فرخ: " بعداز خدا بزرگ توئی" ص 103
23. القرآن الحکیم، بنی اسرائیل، آیت: ۱
24. بشریٰ فرخ: " توئی سلطان عالم یا محمدؐ" ص 75
25. ایضاً، ص 51
26. ایضاً، ص 109
27. ایضاً، ص 125

28. محمد بن عیسیٰ ترمذی:" جامع ترمذی، جلد ۲" مترجم: بدیع الزماں، اسلامی کتب خانہ، لاہور، س۔ن، ص499
29. القرآن الحکیم، الاحزاب، آیت: ۴۰
30. بشریٰ فرخ:" توئی سلطان عالم یا محمد" ص68
31. ایضاً، ص145
32. بشریٰ فرخ:" بعداز خدا بزرگ توئی" ص39
33. بشریٰ فرخ:" توئی سلطان عالم یا محمد" ص53
34. بشریٰ فرخ:" بعداز خدا بزرگ توئی" ص83
35. امام محمد بن اسماعیل بخاری:" صحیح بخاری شریف" ، جلد ۳، مترجم: غلام رسول سعیدی، ضیاء القرآن پبلی کیشنز کراچی، 2002ء، ص1030
36. احمد ندیم قاسمی:" نعت پر ایک طائرانہ نظر" لالہ زار نعت، از: لالہ صحرائی، مکتبہ اہل قلم، ملتان، ۱۹۹۱ء، ص9
37. امیر احمد مینائی:" کلیات امیر مینائی" ص ۱۳
38. محمد اقبال، علامہ:" کلیات اقبال" شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۷۹ء، ص ۳۲۱
39. بشریٰ فرخ:" توئی سلطان عالم یا محمد" ص34
40. ایضاً، ص35
41. ایضاً، ص37
42. ایضاً، ص108
43. الطاف حسین حالی، مولانا:" مسدس حالی (مدجزر اسلام)" تاج اینڈ کمپنی، لاہور، ۱۹۹۳ء، ص ۶۶
44. بشریٰ فرخ:" توئی سلطان عالم یا محمد" ص148
45. ایضاً، ص65
46. القرآن الحکیم، الحج، آیت: ۷۳
47. بشریٰ فرخ:" توئی سلطان عالم یا محمد" ص77
48. ایضاً، ص112
49. بشریٰ فرخ:" بعداز خدا بزرگ توئی" ص105
50. رضوان حیدر، حاجی، سید:" کرم حضور کا ہے" میٹرکس پبلی کیشنز، راولپنڈی، ۲۰۱۷ء، ص167
51. جلال الدین السیوطی:" الجامع الصغیر" رقم الحدیث ۱۴۰۶، ص ۸۷
52. بشریٰ فرخ:" توئی سلطان عالم یا محمد" ص72
53. بشریٰ فرخ:" بعداز خدا بزرگ توئی" ص38

# بشریٰ فرخ کی غزل گوئی

اُردو ادب میں غزل ایک مستقل اور اہم صنف ہے لیکن لفظ غزل کا تعلق عربی زبان سے ہے جس کے لغوی معنی عورتوں سے یا عورتوں کے متعلق عشق بازی کی باتیں کرنا۔ ڈاکٹر محمد حسن اپنے مضمون "غزل اور تغزل" میں غزل کے لغوی مفہوم کو یوں بیان کرتے ہیں:

''غزل کا لفظ عورتوں سے یا اُن کے بارے میں باتیں کرنے کے معنی میں مستعمل ہے اس لیے صنف غزل بہت کچھ عشقیہ مضامین کے لیے وقف رہی ہے۔''

(حمد حسن، ڈاکٹر، ''غزل اور تقول''، مشمولہ، فنون سہ ماہی، شمارہ نمبر 2، جلد نمبر 5، اکتوبر نومبر، 1964ء، ص223)

اور سیّد مسعود حسن ادیب لکھتے ہیں:

''غزل عربی زبان کا لفظ ہے مگر ایرانی شاعری کی اصطلاح ہے۔ اس کے معنی ہیں عورتوں کا ذکر کرنا، ان کے عشق کا دم بھرنا اور ان کی محبت میں مرنا۔''

(مسعود حسن ادیب، سید، ''صنف غزل پر ایک تحقیقی نظر''، مشمولہ: نگار، فروری 1964ء، ص102)

مذکورہ بالا لغوی معانی کی روشنی میں غزل اس صنف ادب کو کہتے ہیں جس میں واردات و کیفیات قلبیہ کو بیان کیا گیا ہو جن کا تعلق حسن و عشق سے ہو لیکن بعض لغت نویس لفظ غزل کو غزال سے بھی مشتق قرار دیتے ہیں۔ عربی زبان میں غزال ہرن کو کہتے ہیں۔ اس اعتبار سے لفظ غزل کا معنی ہرن کی وہ نحیف اور کمزور آواز جو شکاری کتوں میں گھر جانے کی وجہ سے بے بسی کے عالم میں نکالتا ہے۔

کشاف تنقیدی اصطلاحات میں لفظ غزل کے یہی لغوی معنی بیان کیے گئے ہیں:

''ہرن کی وہ ضعیف، دردناک، پُرسوز اور رقم انگیز آواز جو شکاری کتوں میں گھر جانے کے وقت اس کے حلق سے نکلتی ہے۔''

(ابوالاعجاز، حفیظ صدیقی: "کشاف تنقیدی اصطلاحات" مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، 1985ء، ص129)

غزل کی حتمی اصطلاحی تعریف کرنا مشکل امر ہے لیکن بیان کیے گئے لغوی مطالب و مفاہیم کی روشنی میں غزل اس صنف سخن کو کہتے ہیں جس میں مشقیہ اور خونیہ مضامین پائے جاتے ہوں لیکن انقلاب زمانہ کے ساتھ ساتھ غزل رفتہ رفتہ لغوی مطالب و مفاہیم سے تجاوز کر گئی اور اس میں ہر قسم کے مضامین بیان ہونے لگے۔ پروفیسر ظہیر الدین صدیقی رقم طراز ہیں:

''غزل کے مضامین عام طور پر عشق و محبت اور شراب و شاید ہی ہیں لیکن حکمت و موعظت، حیات وحمات اور تصوف و اخلاق سے متعلق مطالب بھی غزل میں بیان کیے جاتے ہیں اور کچھ شعراء نے استعاروں اور کنایوں میں ملکی اور قومی حالات اور حکام کے ظلم و استبداد پر تنقید بھی کی ہے۔''

(ظہیر احمد صدیقی، پروفیسر،" فارسی غزل اور اس کا ارتقا" ،لاہور: مجلس تحقیق و تالیف فارسی، مارچ 1993ء، ص1)

ڈاکٹر کامل قریشی غزل کے وسیع تر مضامین کی گتھیوں کو بڑے آسان الفاظ میں نظر کے تیر کے ساتھ سلجھاتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ وہ رقم طراز ہیں:

" غزل بہر حال زخمی غزال کی آہ یا تیر نیم کش یا محبوب سے باتیں کرنے کا نام ہے یعنی یہ عشقیہ اور غنائی شاعری ہے لیکن یہ عشق حقیقی بھی ہو سکتا ہے اور مجازی بھی، خُدا سے بھی محبوب سے بھی کسی عقیدے یا ملک سے بھی۔ یعنی مسئلہ نظارے کا نہیں نظر کا ہے۔"

( کامل قریشی، ڈاکٹر،" مقدمہ اردو غزل" ، لاہور: پراگریسو گیس، 1989ء، ص19)

انقلاب زمانہ نے غزل کے دامن کو بہت وسیع اور کشادہ کردیا ہے اس لیے غزل میں موضوع کی قید یا کوئی حد بندی مقرر نہیں کی جاسکتی بلکہ اس میں ہر قسم کے مضامین سما سکتے ہیں۔ غزل کے آغاز سے لے کر اب تک فکر انسانی کی تقلیب اور جذبات واحساسات کی وسعت نے مضامین غزل کو ہجر و وصال اور پُرسوز تذکروں کی گہرائیوں سے اُٹھا کر دین و اخلاق، سیاسی وسماجی مسائل، فکر وفلسفہ، معاشی ومعاشرتی مسائل، معرفت نفس، تصوف وعشق عرفان حیات وکائنات کی بلندیوں تک پہنچادیا۔

عربی زبان میں ایک علیحدہ اور باقاعدہ صنف سخن کی حیثیت سے غزل کا وجود نہیں ملتا۔ البتہ اس نے بنیادی طور پر قصیدے کی پسلی سے جنم لیا ہے۔ قصیدے کے ابتدائی حصے کو" تشبیب" کہا جاتا ہے۔ جس میں حسن وعشق یا موسموں کی دلکشیوں اور رنگینیوں کو بیان کیا جاتا ہے۔ فارسی شعرا نے اس کو اتنا پسند کیا کہ اس کو قصیدے سے الگ کر کے غزل کا نام دے دیا۔ اس لحاظ سے غزل کو فارسی کے حوالے سے جانچا جائے تو اس سے مراد وہ لطیف پیرایہ ہے جس سے قصیدے کا آغاز ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ غزل کی شعری ہیئت بھی وہی ہوتی ہے جو قصیدے کی ہوتی ہے۔ ہیئتی طور پر غزل کو قصیدے سے منفرد کرنے والے اجزائے ترکیبی درج ذیل ہیں:

## مطلع:

مطلع کے معنی" طلوع ہونے" کے ہیں۔ غزل کا پہلا شعر جس کے دونوں مصرعے ہم قافیہ وہم ردیف ہوتے ہیں۔ مطلع کہلاتا ہے۔ شاعر ایک سے زیادہ مطلعے بھی لاسکتا ہے۔ جن کو بالترتیب مطلع اول، ثانی وثالث کہا جاتا ہے۔ اگر کسی غزل کے پہلے شعر کے دونوں مصرعے ہم قافیہ وہم ردیف نہ ہوں تو وہ غزل کا پہلا شعر کہلائے گا مطلع قرار نہیں دیا جا سکتا ہے۔

## مقطع:

مقطع کے لغوی معنی " قطع ہونے کی جگہ" کے ہیں۔ یہ غزل کے آخری شعر کو کہتے ہیں۔ جس میں شاعر اپنا تخلص بیان کرتا ہے۔ غزل مقطع پر اختتام پذیر ہوتی ہے شاعر اگر شعر میں تخلص استعمال نہ کرے تو وہ محض آخری شعر ہوگا مقطع نہیں۔ غزل عربی قصیدے سے فارسی اور فارسی سے اردو ادب میں آئی لیکن تخلص کا استعمال فارسی غزل سے آیا ہے۔ قصیدے کے آخری حصے میں ( جسے گریز کہتے ہیں ) تخلص کا استعمال ہوتا تھا۔ جس کو شاعر اپنے لیے یا اپنے ممدوح کے لیے استعمال کرتا تھا۔

## قافیہ:

قافیہ وہ ہم وزن اور ہم آواز الفاظ ہوتے ہیں جو مطلع کے دونوں مصرعوں میں اور باقی اشعار میں دوسرے مصرعے میں ردیف سے پہلے آتے ہیں ۔ قافیہ کا ہونا غزل کے لیے ضروری ہوتا ہے۔ مطلع میں دونوں مصرعوں کا ہم قافیہ ہونا ضروری ہوتا ہے دوسرے لفظوں میں قوافی سے مراد وہ الفاظ ہیں جن کے آخری حصہ کی آواز میں ملتی جلتی ہو اور مترنم ہو۔ " بحر الفصاحت" میں قافیہ کی تعریف یوں درج ہے:

> " لغت میں قافیہ کے معنی پیچھے آنے والے کے ہیں۔ اصطلاح میں قافیہ چند حروف کا نام ہے جو مطلع غزل وقصیدہ وابیات مظنوی کے ہر مصرع کے آخر میں ادا قطعہ وباقی اشعار غزل وقصیدہ کے مصرع ثانی کے آخر میں الفاظ مختلفہ کے اندر مکرر آتے ہیں اور مستقل نہیں ہوتے"

(نجم الغنی، رام پوری:" بحر الفصاحت" مرتبہ: سید قدرت نقوی، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۹۴ء، ص 12۔13)

## ردیف:

ردیف عربی زبان کا لفظ ہے۔ ردیف کا لفظی معنی" گھوڑے کے سوار کے پیچھے بیٹھا

شخص" ، اصطلاح میں ردیف سے مراد وہ حروف یا الفاظ ہوتے ہیں جو بغیر کسی تبدیلی کے قوافی کے بعد بار بار آتے ہیں۔ ردیف بھی غزل کا سنگھار ہے۔غزل کے لیے قافیہ لازمی ہے ردیف نہیں۔تاہم ردیف آہنگ وموسیقیت پیدا کرنے کے علاوہ مطلب سمجھانے میں بھی مدد دیتی ہے۔ ڈاکٹر مزمل حسین" حدائق البلاغت" میں غزل کی تعریف بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"ردیف دو لفظ ہے جو بعد قافیہ ہے۔خواہ وہ ایک کلمہ ہو،خواہ ایک ہو،خواہ زیادہ،وہ اکثر اس بات پر ہیں کہ ردیف سب میں متحد المعنی چاہیے اور بعض یہ کہتے ہیں کہ اگر ردیف باعتبار معنی کے مختلف ہو تو کوئی نہیں اور یہ امر حق ہے"

(مزمل حسین:" حدائق البلاغت" مثال پبلشرز،فیصل آباد،۲۰۰۹ء،ص ۲۱۴)

کہا جاتا ہے کہ غزل کے معنی محبوب سے باتیں کرنے کے ہیں یا محبوب کے حسن و جمال کی تعریف کرنے یا عشق ومحبت کا اظہار کرنے کے محبوب ہر حالت میں عورت ہوتی ہے لیکن اس سے تخاطب یا اس کے متعلق باتیں کرنے میں وہ مذکر معلوم ہوتا ہے جس کے بارے میں بہت سی روایتیں گھڑی گئیں کسی نے عورتوں کے روایتی احترام کی وجہ سے مونث کا صیغہ استعمال کرنا خلاف ادب سمجھا تو کبھی محبوب پری زاد لڑکے کی صورت میں سامنے آیا میرے خیال کے مطابق غزل کو فروغ ایران میں ملا اور فارسی میں عورت اور مرد کے لیے ایک ہی صیغہ استعمال کرتے ہیں اس لیے محبوب کے لیے بھی وہی صیغہ استعمال ہونے لگا پھر یہ کہ محبوب ظالم اور عاشق مظلوم بن گیا جس کا اظہار اشعار میں ہونے لگا اور یہی محبوب سے باتیں کرنے والی یا شکوہ کرنے والی غزل ٹھہری لیکن کتنی عجیب بات ہے کہ یہ صنف عشق و محبت کے رومانی احساسات اور جذبہ سے مکمل طور پر کبھی ہم آہنگ نہ ہوسکی یہ ابیات کی متنوع صنف بن گئی کبھی فلسفہ،کبھی سماج،کبھی ذاتی کم مائیگی اور کبھی وجودی ناامیدی اس بیان میں ہوئی یہ سب کچھ ہمیں بشریٰ فرخ کے غزلیہ مجموعے آ آ مجھے آواز مت دینا‘‘ میں بیان ہوئے

ملتے ہیں۔

بشریٰ فرخ کا یہ مجموعہ حمد نعت سلام، نظموں اور غزلوں پر ایک کامیاب کوشش ہے جس میں انہوں نے روایتی محب، محبوب لب و رخسار سے ہٹ کر جدید اور تازہ موضوعات کو اپنی شاعری میں پیش کیا ہے۔ ان کی شاعری میں روزمرہ تجربات، مشاہدات، بلند پروازی تخیل کے ساتھ ساتھ جذبہ و احساس کے نمونے پڑھنے کو ملتے ہیں انسانی و اخلاقی قدروں کی پامالی شکست و ریخت کا شکار رشتے اور تہذیبی بحران کے موضوعات سے ان کی شاعری کا کینوس وسیع تر دکھائی دیتا ہے۔

موجودہ دور کو احباب ترقی دور سے منسوب کرتے ہیں مگر انہوں نے کبھی اس پہلو پر غور نہیں کیا کہ مادی ترقی تو بہت کر لی مگر اخلاقی گروات کا اس قدر شکار ہو گے کہ بہت سی سماجی برائیاں سماج میں پیدا ہو گئی ہیں ایک چھت کے تلے رہنے والے بھی آپس تکلفات کا شکار ہیں بہت ساری مصنوعی باتیں گھڑ کے ہم نے رشتوں میں دوری پیدا کر لی ہے۔

اک گھر کے رہنے والوں میں اتنے تکلفات
کیا کیا بناوٹیں مرے رشتوں می آ گئیں (ص 24)

خلوص و احترام اور مہر و وفا ناپید ہو چکے ہیں ان کی تلاش اب بے کار ہے۔

خلوص و احترام انسانیت مہر و مروت اب
نہیں ملنے کے واپس یہ خزانے ڈھونڈتے رہنا (ص 65)

وضع داری اور عجز و انکساری گنے دلوں کی باتیں بن گئی ہیں۔

کہاں کی وضع داری انکساری عاجز بشریٰ
گذشتہ عہد کے ہیں یہ فسانے ڈھونڈتے رہنا (ص 65)

دوستی کا معیار بھی بدل گیا ہے اب لوگ اپنے مفاد کی خاطر تعلق بنانا اور نبھانا چاہتے ہیں ایسے میں حساس سوچ کے حامل شخص کو انسانی رویے میں آنے والی تبدیلی تکلیف دیتی ہے۔

جہاں پر دوستی کی آڑ میں چہرے بدل جائیں
وہاں جذبوں کی گہرائی بہت تکلیف دیتی ہے(ص36)

ماحول تبدیل ہونے سے افراد کے رویے میں کڑواہٹیں آ گئی ہیں۔

گاؤں میں پیڑ نیم کے کمیاب ہو گئے
کڑواہٹیں سمٹ کے رویوں میں آ گئیں(ص24)

ایسی صورت حال میں بہت سے بے گناہ لوگوں کو بھی قربانی کا بکرا بننا پڑتا ہے کیونکہ ذاتی مفاد کو بچانے کے لیے لوگ کسی بھی حد تک جانے کا تیار رہتے ہیں۔

سوچئے اس ماں کے دل کا حال بھی بشریٰ کبھی
بے گناہ بیٹی تھی جس کی کاروکاری میں گئی(ص78)

حساس فرد ایسی صورت پر دکھی ہوتا ہے تبدیلی کی خواہش من میں پیدا ہوتی ہے تو وہ انقلاب کی باتیں کرتا ہے۔اگر ہم نے اب بھی تبدیلی کی کوشش نہ کی تو باہر سے آ کر کسی نے اس صورت حال کو تبدیل نہیں کرنا۔

بدلنا ہی نہیں چاہیں گے ہم خود کو تو پھر کیسے
ہماری زندگی کی کوئی ماہ وسال بدلے گا(ص20)

اگر ہم نے ماضی کی غلطیوں سے سبق نہ سیکھا تو نہ ہمارا مستقبل روشن ہوگا اور نہ ہی حال بدلے گا۔

اگر اب بھی سبق سیکھا نہ ہم نے اپنے ماضی سے
نہ مستقبل ہی بدلے گا نہ اپنا حال بدلے گا(ص21)

اے لوگو یاد رکھو کہ وقت ایک سا نہیں رہتا گردش دوراں میں زمانے کی ہر چیز تغیر پذیر ہے۔

ہمیشہ ایک سا رہتا نہیں گھڑیال بدلے گا
بساط زندگی پہ وقت اپنی چال بدلے گا(ص134)

جولوگ باہمت ہوتے ہیں ہزار مشکلات بھی ان کے راستے میں رکاوٹیں کھڑی نہیں کر سکتی نہ ان کے ارادوں میں ہے اور نہ ہی کوئی مشکل مشکل ان کو آگے بڑھنے سے روکتی ہے۔

ہزاروں مشکلیں بھی ہوں جنوں زادوں کے قدموں میں
نہ آئے گی کوئی لغزش نہ استقلال بدلے گا(ص135)

اس لیے کہ وہ جانتے ہیں کہ زندگی عارضی ہے اور سانس کا بندھن ٹوٹ ہی جائے گا۔

عمر کی ڈوری اوع یہ سانسوں کا بندھن
ساتھ پرانا اک دن ٹوٹ ہی جانا ہے(ص61)

زندگی تو مٹھی میں بند ریت کی مانند ہے جو آہستہ آہستہ مٹھی میں سے گر رہی ہے زندگی کو برقرار رکھنا بہت مشکل ہے۔

زندگی ہے کہ ہے مٹھی سے پھسلتی ہوئی ریت
کتنی مشکل سے یہ زنجیر ہنر باندھی ہے(ص36)

غزل کا روایتی موضوع رومان کو بھی اپنے اشعار میں بہت خوبصورتی کے ساتھ بیان کرتی ہیں رومانوی رنگ میں رنگی یہ مثال آپ بھی پڑھیئے۔

من میں ایک دھڑکتی شام
پیار کا ایک لمحہ اور تم
دل نگری میں چاہت کا
اک بپھرا دریا اور تم(ص42)

ماں دنیا کا خوبصورت اور انمول رشتہ ہے جیسے صاحب شعور افراد رب کا دوسرا روپ قرار دیتے ہیں دنیا کے ہر ادب میں ماں کی عظمت بیان ہوئی ملتی ہے کہتی ہیں کہ میرے خیالات اگر مسلسل چل رہے ہیں تو اس کے پس منظر میں میری ماں کی دعاوں کا عمل دخل ہے۔

رہتی ہیں مرے ساتھ میری ماں کی دعائیں
اچھی ہے مری صورت حالات مسلسل(ص117)

بشریٰ اپنی والدہ سے ہی محبت نہیں کرتیں بلکہ والدہ کی ہر چیز سے ان کو پیار ہے حتی کہ ماں کے ہاتھ کا لگایا پودا بھی آپ کو بہت عزیز ہے۔

کتنا پیارا ہے مرے صحن کا یہ پودا جسے
اپنے ہاتھوں سے مری ماں نے لگایا ہوا ہے(ص84)

فنی خوبیوں سے مالا مال اشعار میں سے تشبیہ کی یہ مثال بہت ہی خوبصورت و رنئ تشبیہ سے سجایا ہے اس شعر کو۔

یوں درد سے ہے بے قرار کا رشتہ
کہ جیسے ماں کا ہو بچے سے پیار کا رشتہ (ص100)

کہاوت کے استعمال کی یہ مثال حاضر مدحت ہے۔

لاکھ کوشش پہ بھی اب مٹ نہیں سکتا بشریٰ
دل کے شیشے میں وہ اک بال جو آیا ہوا ہے(ص84)

## قابل غور بات:

''فاذکرونی اذکرکم، تو کجا من کجا، مجھے آواز مت دینا'' میں حمد، نعت، مناقب اور سلام ایک ہی ہیں تین مختلف کتابوں میں ان کو بار بار کیوں شامل کیا گیا اس کا جواب شاعرہ ہی بہتر انداز میں دے سکتی ہیں میں صرف ان کی نشان دہی کر رہا ہوں۔

| فاذکرونی اذکرکم | تو کجا من کجا | مجھے آواز مت دینا |
|---|---|---|
| ص نمبر 103-104 | ص نمبر 27-28 | ص نمبر 12-13 |
| ص نمبر 100-101 | ص نمبر 25-26 | ص نمبر 14-15 |
| | ص نمبر 63-64 | ص نمبر 16-17 |
| | ص نمبر 153-154 | ص نمبر 18-19 |
| | ص نمبر 155-156 | ص نمبر 51-52 |

ص نمبر157-158              ص    نمبر87-88

بشریٰ فرخ کی شاعری کی بنیاد( سادہ سچے اور کھرے جذبات ہیں جوں جوں انکا مجموعہ کلام پڑھتے جائیں ووں ووں ان کے یہاں اظہار کی سطح پر بے پناہ تازگی اور انفرادیت کے گہرے نقوش ملتے ہیں مختصر الفاظ میں یوں کہوں گا کہ یہ اپنے عصر کے ایک ایک پل اور لمحے لمحے کو اپنے اندر جذب کرتی چلی گئی ہیں انہوں نے اپنے تخلیقی سفر میں احساس کر فکر بھی بنایا ہے اور محسوس کو مقصول بھی کہیں اور اک اک احساس کی شکل میں نمایاں ہوا ہے تو کبھی اظہار کو ابلاغ کے قالب میں ڈھاتی دکھائی دیتی ہیں کھرے جذبوں کی ترجمان شاعری کو میں روداد جہاں کی اجتماعی صدا بندی سے تعبیر کروں گا۔

# تعارف: سیّدہ معظّمہ نقوی

نام: سیدہ معظّمہ بتول
قلمی نام: معظّمہ نقوی
تخلص: نقوی
پیدائش: 12 جولائی ڈی۔جی۔خان شہر محلہ غازی شیر میں ہوئی۔
قومیت: سید جعفری و نقوی۔
تعلیم: ایم۔اے اردو (تا حال سلسلہ جاری ہے) ڈپلومہ جات۔لائبریری سائنس و کمپیوٹر آئی۔ٹی، ایم۔ایس ورڈ۔انٹرنیٹ براؤسنگ وغیرہ۔
شوہر کا نام: سید مہدی حسن نقوی
اولاد: ایک بیٹی سیدہ معجزہ حسن

سیدہ کی پرورش ننھیال میں ہوئی۔انہوں نے ابتدائی تعلیم اسکول نمبر ا سے حاصل کی۔ اعلیٰ ثانوی تعلیم شہر کے قدیم ہائی اسکول ٹلا قائد شاہ سے مکمل کی۔جبکہ انٹر گورنمنٹ کالج برائے خواتین ڈی۔جی۔خان سے کیا۔گریجویشن اور ماسٹرز کی تعلیم کے لیے علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کا انتخاب کیا۔تعلیم کے ساتھ ساتھ مختلف پرائیویٹ اسکولز میں ایڈمنسٹریشن اور ٹیچنگ کے فرائض کو بھی بخوبی نبھایا۔کچھ عرصہ اسٹیٹ لائف انشورنس پالیسی کی فیلڈ سے منسلک بھی رہیں اور یہاں کی تربیتی ورکشاپس بھی مکمل کیں۔مگر شعبہ نہیں بنا سکیں۔

اُن کو اپنی اماں جان سے سے بے حد محبت تھی اس لیے وہ اُن کا پہلا محبوب تھیں۔ لکھنے کا سفر بچپن سے ہی تھا۔ جب شعوری سطح اتنی نہ تھی کہ اپنے لکھے کو کوئی نام دے سکے تو آپ نے باقاعدہ طور پر تیرہ سال کی عمر میں اپنی پہلی نظم ''منتظر نگاہیں'' لکھی پھر اسے اپنی اُس وقت کی اکلوتی سکھی کو سنایا اور اسکے بعد جب جو بھی لکھتی اس کو سناتی۔

یوں یہ سلسلہ جاری رہا اور آپ نے کئی ڈائریاں بنائیں۔اُن کی فطرت عام لڑکیوں کی طرح کبھی نہ تھی نہ انہیں رنگ برنگے بھڑکیلے کپڑوں کا کبھی جنون رہا، نہ زیورات و دیگر کھلونوں کا جو ہر لڑکی کی کمزوری ہوتے ہیں۔اُن کی دلچسپی ہر سال کی نئی ڈائری بنی یا پھر ہر رنگ کے پھول بنے۔گھر کا ماحول باپردہ، مذہبی اور سخت ہونے کی وجہ سے سلیبس اور دینی کتب کے علاوہ گھر میں اور کسی کتاب کا پڑھنا منع تھا۔

یوں اُن کو منظر عام پر آنے کا کوئی سازگار ماحول میسر نہ آسکا اور انہوں نے سب کچھ وقت کے دھارے پر سب چھوڑ دیا مگر اپنا لکھا سنبھال کر رکھا۔آپ کے ہمسفر نے اس معاملے میں آپ کی بہت ہمت بڑھائی اور یوں آپ ادب سے جڑی رہی۔

آپ ادبی دنیا میں 2018ء میں متعارف ہوئی۔2019ء فروری میں پہلا انتخاب ''کفِ دست'' جس کو انہوں نے بہت پہلے ترتیب دیا۔منظرِ عام پر لے آئیں اور اس کے بعد 2021ء ستمبر میں مرثیہ وسلام کا انتخاب ''مودت نامہ'' تدوین کیا۔

2014ء سے ملکی و غیر ملکی اخبارات، رسائل و جرائد میں جتنی نثری تحاریر لکھیں ان تمام کو یکجا کر کے انہوں نے 2023ء جنوری میں اپنی پہلی تصنیف ''نوائے نقوی'' منظرِ عام پر لے آئیں۔ یہ کتاب نثری تخلیقات تحقیقی مضامین، کالم و تبصرہ جات پر مشتمل ہے۔شاعری میں آزاد نظم کو وطیرہ بنایا اور ''آخری بارش'' کی صورت میں اپنے قارئین کی نذر کی۔اس کے علاوہ غزل، متفرق اشعار، سلام و قطعات نیز افسانہ نگاری و سرائیکی زبان میں بھی شاعری پہ کام جاری ہے۔آپ کا ڈی۔جی۔خان کی وکی پیڈیا ہسٹری میں نامور شخصیات کی فہرست

میں بطور شاعرہ نام درج ہے۔ اردو کی سب سے مقبول اور عالمی سطح پر بڑی ویب سائٹ ''ریختہ'' میں بھی۔ ''اردو پوائنٹ'' پر بھی تصانیف اور کلام درج ہے۔ آپ کی تصانیف ''کفِ دست'' پہ طالبہ اقراء اور تصنیف ''نوائے نقوی'' پہ طالبہ مہوش نواز نے بی۔ایس سطح پر گورنمنٹ ڈگری کالج برائے خواتین ڈیرہ غازی خان میں ''بہاء الدین زکریا یونیورسٹی کی نگرانی میں تحقیقی کام مکمل کیا ہے اور بی۔ایس سطح پر گورنمنٹ گریجویٹ کالج بلاک نمبر 17 سے ''سیدہ معظّمہ نقوی کی شعری ونثری خدمات'' کے عنوان سے تحقیقی مقالہ طالبہ صبا مجید نے غازی یونیورسٹی سے مکمل کیا ہے۔ بی۔ایس سطح پر ''آخری بارش کا فنی وفکری جائزہ'' پر تحقیقی مقالہ گورنمنٹ گریجویٹ کالج برائے خواتین وہاڑی سے طالبہ عشاء حنیف نے بہاء الدین زکریا یونیورسٹی کی نگرانی میں کیا ہے۔ ایم۔فل اور پی۔ایچ۔ڈی کے مقالوں میں بھی مختلف یونیورسٹیوں میں تحقیقی مقالوں میں آپ کا کام شامل ہو چکا ہے۔ جن میں سے چند عنوانات یہ ہیں:

1۔ ''ڈیرہ غازی خان کا نسائی ادب'' ایم۔فل مقالہ

2۔ ''جنوبی پنجاب کے شعراء وشاعرات'' پی۔ایچ۔ڈی مقالہ

3۔ ''ڈیرہ غازی خان میں غیر افسانوی نثر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ اکیسویں صدی میں'' ایم۔فل مقالہ

4۔ ''ڈیرہ غازی خان کی اردو شعری روایت'' مقالہ پی۔ایچ۔ڈی

5۔ ''سرائیکی ادب کے نمائندہ شعراء'' ایم۔فل سرائیکی مقالہ

# معظّمہ نقوی دی شاعری

کسے وی سرنانویں اتے چونویں لفظاں راہیں خداداد صلاحیتاں دے اظہار نوں شاعری آکھیا جاندا اے۔ سرنانویں موجب لفظاں دی چون تے اگھڑویں لفظاں وچ بیان ای کسے شاعر دی فنکاری دا ثبوت ہوندا اے۔ کیوں جے چنے ہوئے لفظاں راہیں وچاراں دے اظہار دی صلاحیت ہر شاعر وچ نہیں ہوندی۔ ایہہ کم او ہو شاعر کر سکدا اے جس اتے رب ولوں شعراں دی آمد ہووے وسیع مطالعہ ہووے شاعری دی اونچ نیچ نوں سمجھدا ہووے وسیع ذخیرہ الفاظ ہووے تے موقع مطابق لفظاں دی ورتوں دا ڈھنگ جاندا ہووے زبردست قوت مشاہدہ دا مالک ہووے احساس تے کومل جذبے اوہدے کول وادھو ماترا وچ ہوون نڈر ہووے تے بے پاک لہجے وچ کسے وی سرنانویں توں بیان کرن دی طاقت رکھدا ہووے ساہنوں ایہہ سارے گن معظّمہ نقوی ہوراں دی شاعری وچ وکھالی دیندے نیں آپ جماندرو شاعرہ نیں۔ ایس دی ثبوت ایہہ ہے کہ آپ نے اپنے آپ نوں کسے اک صنف سخن وچ طبع آزمائی تک محدود نہیں کیتا سگوں کئی صنفاں وچ لکھ کے اپنے آپ نوں قادر الکلام شاعرہ وچوں منوایا اے۔ اوہناں نے جو کجھ لکھیا اوس دا مختصر جائزہ انج اے۔

**حمد:**

حمد عربی زبان دا لفظ اے جس دے معنی تعریف کرنا یاں شکر کرنا دے نیں مسلمان

اپنے ہرکم دا آغاز حمد دے بیان توں کردے نیں کوئی کم، خاص گل یاں خاص چیز جو رب دی حمد نال نہ شروع کیتی جاوے تاں اوہ ناقص رہ جاندی اے حمد بیان کرن نال کسے شے یا کم وچ برکت پیدا ہو جاندی اے تے اوہ کم سوہنے ڈھنگ نال توڑ چڑھدا اے۔ ایس لئی ہدایت اے پئی کوئی جائز کم شروع کرن توں پہلاں اللہ دی حمد بیان کرلیا کرو۔

معظّمہ نقوی نے اپنی حمد وچ ربی صفتاں نوں سوہنے ڈھنگ وچ بیان کیتا اے آکھدے نیں کہ رب زمین و آسمان دا مالک تے پوری کائنات دا رازق اے ساری مخلوق اوسے دی عبادت کردی اے۔

مالک زمیں اسماں دا توں ہے ۔۔۔ رازق کل جہاں دا توں ہے

کائنات ساری تیڈی ثناء دے ۔۔۔ وچ رجھی ہوئی ہے

داتا وی توں ۔۔۔ آقا وی توں

مولا وی توں ۔۔۔ ہرڈھے دل دی دوا وی توں ہے

کیا کیا لکھے ثناء تیڈی نقوی ۔۔۔ عشق تیڈا میڈی ہستی ہے

میڈا تاں ہر مدعا توں ہے

## نعت:

نعت عربی زبان دا لفظ اے ایس دے لغوی معنی تعریف کرن دے نیں۔ پر ادبی اصطلاح وچ لفظ نعت حضور پاک ﷺ دی مدح تے تعریف واسطے ورتیا جاندا اے تے اوہ سارے شعر تے نظماں نعت دے گھیرے وچ آ جاندیاں نیں جنہاں وچ نبی کریم ﷺ نال محبت تے عقیدت دا اظہار کیتا جاندا اے یاں آپ ﷺ دے محاسن بیان کیتے جاندے نیں۔ ایس طرح نعت دا وگن وسیع توں وسیع تر ہو جاندا اے۔

معظّمہ نقوی دی نعت حضور پاک ﷺ نال محبت وعقیدت دا منہ بولدا ثبوت اے آپ نے اپنی اک نعت وچ آمد نبی ﷺ دی گل انج کیتی اے۔

پڑھ بسم اللہ تے ‏ ‏ ‏ نعت مرسل پاک ﷺ دی
حمد اللہ پاک دی ‏ ‏ ‏ جیندے صدقے دے وچ
وت لب کشاہ تھی ‏ ‏ ‏ کائنات پوری خلق تھی
جیندی آمد تے ‏ ‏ ‏ کرامات دی اورات ہیی
جہاں دے وچ ‏ ‏ ‏ نبی ہاشم دے ویہڑے وچ
رحمتیں دی برسات تھئی ‏ ‏ ‏ حوریں دی بارات ہئی
نور و سایا عرش ‏ ‏ ‏ ملائکہ ڈتیاں مہار خاں
تے آئے وارو واری کرنڑ پاک زیادتاں ‏ ‏ ‏ کھل پوندے جیندا نصیب نقوی
اج وی مل ویندں اوکوں ‏ ‏ ‏ میڈے حد پاک ﷺ دیاں سخاوتاں

## غزل:

غزل فارسی اردو تے پنجابی دی مشہور تے مقبول صنف سخن اے ایس صنف وچ اپنی دلکشی، جازبیت تے کھچ موجود اے پئی ہر دور تے ہر طبقے وچ دلاں دی دھڑکن بنی رہی اے تے حیاتی دیاں رگاں وچ لہو بن کے نسدی رہی اے۔

غزل دے لغوی معنی زنانیاں نال گل بات کرنا، اوہناں نال عشق کرنا ایں اصطلاح وچ غزل اوہناں کجھ شعراں دا ناں اے جنہاں وچ اک وزن تے قافیہ ہوندا اے۔ عاشقاں دا حال معشوقاں دا حسن تے عشقیہ مضمون بیان کیتے جاندے نیں۔معظّمہ نقوی دی غزلاں وچ وچھوڑا بے چینی دکھ، درد،سوز، کرب، گریہ زاری،غم تے الم دا بیان چوکھا ملدا اے۔مثال انج اے۔

ھے ڈھلوی آ ؤکھی رات دسمبر دی ‏ ‏ ‏ نئیں مکدی قات تات دسمبر دی
ہجر اچ ڈینہدے رات گزردے ‏ ‏ ‏ اے ملی ہے ڈات دسمبر دی
ہنجوں پی پی ڈینہہ پئے لنگھدے ‏ ‏ ‏ ایویں رو رو نبھ زندگی ویسی

نصیب تھیں نہ جھلت دسمبر دی — گزرنڑ دے وچ وی نئیں آوندی
اے کالی رات دسمبر دی — ایہہ نال میڈے کجھ دیر توں نقوی
نئیں تاں مار مکیسی اے برسات دسمبر دی

## دوہڑا:

کلاسیکل شاعری دی مقبول صنف دوہڑا جس وچ اج وی بہت سارے شاعر طبع آزمائی کر رہے نیں ایس دے چار مصرعے سنگلی دیاں گھریاں وانگوں اک دوجے نال جڑے ہوندے نیں لفظاں تے ترکیباں دی چون موضوع تے خیال موجب ہوندی اے پہلے مصرعے وچ مناسب لفظاں راہیں خیال بارے جانکاری دتی جاندی اے۔ دوجے تے تریجے مصرعے وچ خیال دے روپ دیاں کجھ ہور جھلکیاں وکھائیاں جاندیاں نیں تے چوتھے مصرعے وچ خیال مکمل طور تے پورے زور وشور نال ڈرامائی انداز وچ پیش کیتا جاندا اے۔ معظّمہ نقوی دے دوہڑیاں وچوں اک مثال انج اے۔

جیندے نال ہووے رشتہ ازل کینوں — او جان توں پیار ہوندے
اوندے باجھ نظر دا کوئی وی نئیں — او اکھ دا تارا ہوندے
اوندے باجھ نظر دا کوئی وی نئیں — او اکھ دا تارا ہوندے
اوہدے ہوندیاں رل نئیں سگدا — کوئی اومانڑ سہارا ہوندے
کڈاں نقوی رسے چھوڑ ونجے — کڈاں یارو سارا ہوندے

## نظم:

نظم نگاری دے لغوی معنی ''موتیاں دی لڑی'' نیں۔ موتیاں نوں لڑی وچ پرونا اے۔ پر ادبی اصطلاح دے وچ نظم توں مراد شعراں دا اوہ مجموعہ اے جس وچ کوئی اک مرکزی خیال ہوندا اے۔ بہت زیادہ شعر ہوون دی صورت وچ خیال دی درجہ بدرجہ بڑھوتری ظاہر کرن خاطر شعراں نوں مختلف حصّیاں وچ ونڈ لیا جاندا اے۔ تاں جے نظم دے

معنی تے مفہوم واضح ہو سکے نظم وچ اکو خیال نوں موضوع بنایا جاندا اے۔ شعراں دی گنتی دی کوئی حد مقرر نہیں تے نہ ای موضوعات دی کوئی پابندی اے موضوع وانگ نظم لئی کسے خاص ہئیت دی وی پابندی ضرور نہیں۔

جتھے تائیں معظّمہ نقوی دی نظم نگاری دا تعلق ہے اوس وچ ہر پکھ نوں نواں پن تے ون سونّا موجود اے اوہناں نویں دور دے سماجی تے معاشرتی مسئلیاں نوں نظم دا موضوع بناون توں وکھ عشق تے محبت، جوانی دے جذبات، حسن تے جوش، درد، کرلاٹ، تے تڑقات، وچھوڑے دی کیفیت تے وصل دی سدھر توں اپنا موضوع سخن بنایا اے۔ مثال کجھ انج اے۔

## حال عجیب ہیئے:

ایں بھری دنیا وچ
ہک دوجھے کول
وت وی دل کوں بے قراری ہے
دکھاں وات جندڑی ساری ہے
ازلاں توں ہک دوجھے کول
سجنا نڑ دے ہوؤں
تے میں اوندے کولوں دور
''حال عجیب ہے''
اساں کڈنئیں
ڈھٹا نے آلوایا
توڑیں ملنٹرن کولوں لاچاری ہے
ایویں لگدے کہ جیویں
جانڑ دے ہوؤں تے

اومیڈے کولوں پرے
ہیں سانگے ساڈا
ایں سانگے ساڈا
حال عجیب ہے
بھری دنیا وچ

# معظّمہ نقوی کی آخری بارش

اللہ رب العزت نے دنیا میں بہت سے لوگوں کوشعر کہنے کی صلاحیت عطا کی ہے ہر دور میں ایسے لوگوں نے ادب کی ترقی اور امیری میں اضافہ کی زبردست کوشش کی یہ لیکن اچھا شعر کہنے کا گن چنے لوگوں میں ہی نظر آتا ہے اسی لیے ادب میں چند شعرا کرام کا ذکر ہوتا ہے اور بڑی گنتی کونظر انداز کر دیا جاتا ہے۔اس کی سب سے بڑی وجہ مطالعہ ریاضیت مشاہدہ اور احساس تجربہ اور کچھ سلیقے سے کہہ لینے کی جستجو کا شدید فقدان ہے کیونکہ آج کے دور کا شاعر کچھ غزلیات لکھ کر اپنے آپ کو استادشعرا میں شمار کرنا شروع کر دیتا ہے۔

معظّمہ نقوی کے تازہ مجموعہ کلام آخری بارش کے بغور مطالعہ سے یہ بات پورے وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ مذکورہ بالا تمام خصوصیات ان کی شاعری میں بدرجہ اتم موجود ہیں۔معظّمہ نقوی کی شاعری ایک ایسے شخص کی شاعری ہے جو روایت سے جڑے ہونے کے ساتھ ساتھ عصر حاضر کے جدید تقاضوں اور رومان سے کما حصہ آگاہی رکھتا ہے۔روایتی انداز میں نقوی صاحبہ نے اپنے اس مجموعے کلام کو حمد باری تعالیٰ سے شروع کیا ہے۔کہتی ہیں کہ وہ ذات جلیل قدیر، رحمان، رحیم، العلی وعظیم ہے اور کوئی بھی اس ذات تک نہیں پہنچ سکتا۔

اسم ہیں تیرے
سب جلیل وقدیر
العلی وعظیم

تیری ذات صراطِ مستقیم

تو ہے فقط الرحمن والرحیم

تو ذوالجلال ہے

جہاں تک نہ پہنچا

کبھی کوئی خیال ہے؟(ص27)

ماں دنیا ادب کا شاید وہ واحد موضوع ہے جس پر دنیا کے ہر ادب میں کچھ نہ کچھ ضرور لکھا گیا ہے اور لکھا جاتا رہے گا نقوی صاحبہ لکھتی ہیں کہ ماں کے قدموں تلے جنت ہے اور اسے رب کے جیسا روپ کہا جاتا ہے۔

جنت جس کے پاؤں تلے ہے

ٹھنڈک جس کی چھاؤں تلے ہے

جو وہ پاس نہیں ہے تو پھر

بے مقصد ہے جیون سارا

اس جیسا ہے کون سہارا؟

اس کو سارے ماں کہتے ہیں

رب کے جیسا روپ ہے وہ تو

سرما کی سی دھوپ ہے وہ تو (ص28)

کہا جاتا ہے کہ وطن کی محبت انسان کے ایمان کا حصہ ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ ہر لکھنے والے نے اپنے وطن کی عظمت کے گیت لکھ کر دھرتی سے اظہار محبت کیا ہے آپ نے وطن کی عظمت کا قصیدہ یوں لکھا ہے۔

اے میرے وطن

اے پاک وطن

تعبیر ہے سچے خواب کی تو

علامہ کی تحریر ہے تو

اور قائد کی تصویر ہے تو

ہے معجزہ لا الہ کا تو

ایمان کی اک جاگیر ہے تو

تو توڑ ہمارے دیدوں کا

ہاں تجھ پر نچھاور ہوتا ہے

ہر لمحہ خون شہیدوں کا (ص 29)

کسی بھی شاعر کی شاعری کا میابی کا انحصار اس پر ہوتا ہے کہ شاعر نے اپنے اشعار میں کتنی حقیقت پسندی کو بیان کیا ہے کیونکہ اس سے قاری کو شاعر کی قوت مشاہدہ تجزیہ کرنے کی صلاحیت اور متعلقہ حالات و واقعات کو اشعار میں بیان کرنے فن کا پتہ چلتا ہے کیونکہ معظّمہ صاحبہ زبردست قوت مشاہدہ کی مالک ہیں اس لیے آپ نے کئی مقامات پر زبردست انداز میں حقائق کو بیان کیا ہے کہتی ہیں کہ چاہے آپس میں جتنی بھی گہری محبت کیوں نہ ہو دوریاں ایک دوسرے کو اجنبی بنا دیتی ہیں۔

شہر فرقت میں اب بھی

چاہت عشق زیادہ ہے

سچا اپنا ہر ارادہ ہے

لیکن وقت نے اس چاہ میں

ایک حد فاصل کھینچ دی ہے

جس نے ہمیں کر دیا ہے جدا

یہی وجہ ہے جو پردیسی ٹھہرے تم

اور اجنبی ٹھہرے ہم (ص 83)

زندگی میں نشیب وفراز آتے رہتے ہیں کاروان حیات ہمیشہ رواں دواں رہتا ہے لوگ قافلوں کا حصہ بنتے رہتے ہیں اور بچھڑتے رہے اور یہ سلسلہ تاابداسی طرح جاری و ساری رہے گا۔

جاتے جاتے یہ
بول رہی ہو
کل ہم نہ ہوں گے
تو کیا ہوا
طلوع سحر اک اور
ہوگا
ارمانوں کا دیپ یوہی جلے گا
سفر یہ تو ابد تک چلے گا (ص86)

انسانیت کے مسیحا اور معاشرتی اصلاح کرنے والے افراد کو ہر دور میں ناقدری کا سامنا کرنا پڑا ہے یہ ایک حقیقت بھی ہے اور انسانی بے مروتی کا نوحہ بھی لکھتی ہیں۔

وہ جو احساس دل میں رکھتے ہیں
لوگ ان کو بہت ستاتے ہیں
ان کو ہر لحظ آزمائے ہیں
ہر قدم پر انہیں رلاتے ہیں
ہر جگہ پر انہیں غریبی کے کھل کے طعنے سنائے جاتے ہیں
حق کا دیتے ہیں درس وہ جب بھی
ان کو جھٹلایا جاتا ہے نقوی
ہے ادب کا بہت بلند مقام

دکھ تو یہ ہے سب ادیبوں پر
ظلم کے تیر پھینکے جاتے ہیں
تب تو مشہور ہونے سے پہلے
ہو کے گمنام یہ مر جاتے ہیں (ص 63)

معاشرتی و سماجی ترقی کے لیے امن و امان کی بہتر صورت حال کے ساتھ اخلاقی اقدار کا احیا بھی بہت ضروری ہے کیونکہ کسی معاشرے کی ترقی کے لیے اس کے باسیوں کا ضابطہ اخلاق کا پابند ہونا بہت ضروری ہوتا ہے مگر موجودہ دور وچ جو نفسا نفسی پھیل چکی ہے اور لا قانیت کا ہر طرف راج اسے دیکھ کر انسان تو کیا جانور بھی تلملا اٹھے ہیں۔

وہ دونوں تھے پیار میں پاگل
بن میں ملنے آتے تھے وہ
لیکن اب کچھ دور ہیں دونوں
سن کر اجڑی پریت کا نوحہ سارے پنچھی کہنے لگے یہ
ہائے یہ کیسا موسم آیا
ناں ہونٹوں پر پریم کی باتیں
ناں چاہت کی میٹھی راتیں (ص 36)

نقوی صاحبہ نے حسن و عشق اور ہجر وصال کی کیفیات کو مختلف زاویوں سے یوں بیان کیا ہے کہ پڑھتے ہوئے حیرانی تو ہوتی ہے لیکن مزا بھی آ جاتا ہے وہ چھوٹے چھوٹے مصرعوں میں رومان کو اتنی روانی اور آسانی سے کہہ جاتی ہیں کہ حیرت ہوتی ہے۔

تمھیں سمجھنا بھی حد سے مشکل
تمھیں پرکھنا بھی حد سے مشکل
جو تم نے مجھ پر رفاقتوں کے حصار کھینچے

وہ بے ثمر ہیں

تمہاری الفت کے سب قرینے پرکھ کے

میں اس نتیجے پہ آ کے پہنچی

کہ اس زمانے میں تم ہی میرے

بھٹکتے جیون کے رہنما ہو

کہ میری ایک بے نتیجہ خواہش کا تم

مکمل ایڈریس ہو ہمدم (ص 53)

انسان لاکھ کوشش کے باوجود عروج عشق کی منزل نہیں حاصل کر سکتا اسی لیے نقوی صاحبہ نے محبت کے جذبے کو ادھورا قرار دیا ہے۔

لاکھ جی جلانے سے

دل پہ زخم کھانے سے

اشک خون بہانے سے

زندگی گوانے سے

کب یہ پورا ہوتا ہے

عشق ادھورا ہوتا ہے

کب یہ پورا ہوتا ہے (ص 67)

عشق میں گرفتار عاشق کو جدائی کے صدمات بھی سہنے پڑتے ہیں ہجر میں مبتلا ہوئے بغیر عشق مکمل ہی نہیں ہوتا محبوب سے دوری میں عاشق کے دل کا گلستان ویران اور جیون بے رنگ دکھائی دیتا ہے تن من کا ہوش نہیں رہتا۔ نگاہیں ہمیشہ محبوب کی منتظر رہتی ہیں۔

دل کا گلستان ویران ہے

مرجھائے ہوئے ہیں خواب سارے

بے رنگ جیون کی داستاں ہے

پوچھ مت میری زندگی کا حال

میرے ارمان اور میری زلفیں پریشان ہیں

میری سونی سونی بانہیں تمہاری منتظر ہیں

میری نگاہیں تمہاری منتظر ہیں (ص40)

ہر طرف اداسی چھانے سے چہرے پر بھی اداسی کے آثار نمودار ہونا شروع ہو گئے ہیں اے محبوب وفا کے وعدے یاد کرو اور بتاؤ سچا عاشق کون ہے۔

بن تیرے اب تو ساتھی

ہر سو چھائی اداسی دیکھوں

چہرہ بھی اپنا باسی دیکھوں

وعدے وفا کے یاد کرو تم

بچھڑ کر اپنے چاند سے نقوی

تم ہی بتاؤ ہم کو اب تو

کون ہے اپنا کون ہے تمہارا؟ (ص72)

جدائی نے خود کلامی پر مجبور کر دیا ہے ایسے صورت وہ باتیں جو میں زبان پر لانا نہیں چاہتی خود بخود زبان پر آ جاتی ہیں اور دنیا کو میرے دل کی حالت کا اندازہ ہوتا ہے اگر میں چپ رہوں تو آنسو ضبط کے تمام بندھن توڑ کر بہہ نکلتے ہیں تب بھی لوگ مجھ سے رونے کی وجہ دریافت کرتے ہیں۔

بعض اوقات

خود سے گفتگو کرتے وقت

ایسے الفاظ بھی زبان پر آ جاتے ہیں

جنہیں میں اپنی گفتگو کا حصہ نہیں بنانا چاہتی

اچھا نقوی یہ تو بتاؤ

آج خود سے گفتگو کرتے وقت

آنکھوں میں آنسو کیوں اتر آئے ہیں

نا جانے آج وہ مجھ کو بے ساختہ کیوں یاد آئے ہیں (ص 71)

اس لیے اے محبوب اب ساری ساری رات انتظار میں جاگنا مشکل ہو گیا ہے بس اب لوٹ آؤ کہ اب محبت کے نقوش مٹنے کو ہیں۔

میرے رفیق

تمہیں یاد کر کے جاگنا پڑتا ہے صبح تک

کیسی لگن ہے جو پچھلے پہر تک ختم نہیں ہوتی

یہ کیسا درد ہے جو گھٹتا نہیں

پس لوٹ آؤ کے یادوں کے راستوں میں

تمہارے سامنے نقش مٹتے جا رہے ہیں (ص 92)

نقوی صاحبہ نے بہت سے اشعار میں کمال کی منظر نگاری کی ہے پڑھتے ہوئے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہم وہ مناظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں بہار کی آمد کا منظر یوں بیان ہوتا ہے:

اے میرے پردیسی ساجن

دیکھو بہاڑ لوٹ آئی ہے

ہر پھول مسکرایا ہے ہر کلی مسکرائی ہے

کنول نے تالاب میں لی انگڑائی ہے

پرندے کہتے ہیں کہ بہار آئی ہے

ہمارے دیس میں بسنت نے دھوم مچائی ہے
سرسوں کے پیلے پھول لہرا رہے ہیں کھیتوں میں
جنگل میں بھی ہریالی آئی ہے۔
پتا پتا بجارہا تالی ہے(ص42)

رات کی تاریکی اور خاص کر چاندنی رات کا عاشقوں کی طبیعت پر کیا اثر ہوتا ہے اس سے بہتر عکاسی ہو ہی نہیں سکتی۔

اکثر چاندراتوں میں
ویران رہگزاروں پہ
چاندنی کی بارش میں
جب پیڑ بھیگ جاتے ہیں
تو خامشی کے ہونٹوں سے
ایک آواز آتی ہے
رات گنگناتی ہے(ص84)

معظّمہ نقوی کی چشم بصیرت اور بصارت دونوں پوری طرح وا ہیں ان کے ہاں موضوعات کی بھی کمی نہیں انہوں نے نہ صرف اپنے آپ کو روایت سے جوڑا بلکہ اسی روایت کی پاس داری کرتے ہوئے نئے راستوں کو بھی کھوجاتے ہیں وہ کسی کی پیروری کرتے نظر نہیں آتیں بلکہ اپنے ڈھنگ سے نئے انداز اپنانے اور نئے امکانات پیدا کرنے کی دُھن میں ہیں مجھے امید ہے کہ ان کی یہ کتاب ادبی حلقوں میں بھرپور پذیرائی حاصل کرے گی۔

# معظّمہ نقوی کی نثر نگاری

معظّمہ نقوی صاحبہ جہاں بہترین شاعرہ ہیں وہیں بہترین نثر نگار بھی ہیں۔ ان کی نثر نگاری میں کمال روانی، سنجیدہ کاری، فلسفیانہ پن اور ہمہ گیریت پائی جاتی ہے۔ آیئے ان کی نثر میں سے چند ایک پیراگراف کا مطالعہ کرتے ہیں۔

''تمام حمد وثناء اس رب اکبر کے نام جو تمام عالمین کا خالق و مالک ہے قلم و قرطاس سے محبت وعقیدت مجھے اپنے اجداد سے ورثہ میں ملی ہے جس گھر سے علم کی خیرات بٹتی ہے اور تکریم جس گھر کی باندی ہے اپنی اس نسبت سے میں نے اپنی مختصر زندگی میں جو کچھ سیکھا اسے اہل ذوق کی نذر کرنا ہمیشہ اپنا منتہائے مقصود جاتا اور اب نوائے نقوی کی صورت میں اپنی کچھ نگارشات اہل سخن کی نظر کر رہی ہوں۔''

(نوائے نقوی، معظّمہ نقوی، ملتان ایم ارسلان پبلشرز 2023۔ص 5)

''عبادت ہر مکتب فکر میں اس خاص ہستی کے ہے مختص ہے جو ہر شے پر قادر ہے اسی بزرگ و برتر اپنی پہچان کے لیے کائنات میں اپنے برگزیدہ نائب خلق فرمائے جو بعد از خداوند متصال لائق تسبیح ورود ہیں جو وجہ تخلیق کائنات ہیں جن کی حدمت میں رب نے اپنا صحیفہ اتارا نبوت ہو کہ رسالت وامامت تما نگینے اس نے ایک انگشتری میں جڑ دیئے جنھوں نے دعوت ذوالعشر ہ سے

لے کر عصر عاشور تک شام گریباں سے لے کر قیامت تک حقانیت کو سر بلند کر
کے اپنا سب کچھ لٹا دیا۔ان پاک ہستیں کے عشق میں اپنے قرطاس وقلم کو لہو
دیتی آنکھوں کے سمندر میں ڈبو کر یہ حقیرانہ عجز بیاں کرنی سعی کر رہی ہوں۔''
(مودت نامہ، معظّمہ نقوی، ص12)

چونکہ نثر نگاری کا میدان بہت وسیع ہے اس لیے اختصار سے کام لیتے ہوئے آئندہ تحاریر میں نقوی صاحبہ کی تحاریر نگارشات کا تجزیہ کر کے اس بات کا تعین کیا جائے گا کہ وہ ایک کس پایہ کی بہترین نثر نگار ہیں۔

# معظّمہ نقوی بطور شخصیت نگار

شخصیت نگاری اردو ادب کی ایک ایسی صنف ہے جو کہ انگریزی ادب سے اردو میں رائج ہوئی شخصیت نگاری صرف قصیدہ گوئی یا توصیف نگاری کا نام نہیں بلکہ شخصیت نگاری ایک ایسا فن ہے جس میں کسی شخصیت کے تمام جلی و خفی اوصاف فکر و فن افکار و کردر مقام و مرتبہ علمی و ادبی سیاسی و سماجی حیثیت دینی و مذہبی خدمات اور ملک و ملت کی فلاح و بہبود میں کردار جیسے تمام پہلوؤں کا بھر پور انداز میں اجاگر کرتے ہوئے احاطہ تحریر میں لانا ہوتا ہے۔ یہ ایک انتہائی مشکل فن ہے اور خاص طور پر اس کی اہمیت اس وقت دو چند ہو جاتی ہے جب شخصیت زندہ جاوید ہو کیونکہ میرے خیال میں فوت ہوئے شخص کے بارے میں لکھاری جو چاہے جس طرح چاہے جو مرضی وہ الفاظ استعمال کر سکتا ہے مگر وہ زندہ شخص کے لیے ایک ایک لفظ کا چناؤ بڑے محتاط انداز میں چن چن کر لکھتا ہے ایسا نہ ہو کہ آپ کی تحریر مضحکہ خیز بن جائے یا اس شخصیت سے تال میل ہی نہ کھاتی ہو ایسا کرنے سے دونوں کو رسوائی کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے مگر معظّمہ نقوی صاحبہ کے قلم کا کمال ہے کہ انہوں نے جس شخصیت کے بارے میں لکھا ہے وہ شخصیت ویسی ہی ثابت ہوئی ہے یہی وجہ ہے کہ ان کی تحاریر کی بدولت ساری شخصیات امر ہیں اپنے نانا سید مشتاق احمد جعفری کی شخصیت کے بارے میں یوں لکھتی ہیں۔

''آپ کا مکمل نام سید مشتاق احمد جعفری ہے آپ کی تاریخ پیدائش 19 اپریل 1919ء ہے آپ پیشے کے لحاظ سے پینٹر تھے۔ آپ کا شجرہ نسب حضور

پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل اطہار سے حضرت علی المرتضیٰ ؓ کے بیٹے امام جعفر صادق
کے فرزند الصرافی سے منسوب اسی طرح آپ کے ننھیال بھی آل رسول میں
سے امام موسیٰ کاظمؑ کے نسب سے منسوب ہے آپ کے نانا جان سید احمد شاہ
کاظمی مصروف کلاسیکل شاعر سید فضل الحسن المعروف شفقت کاظمی صاحب
کے برادر نسبتی ہیں اس طرح آپ نجیب الطرفین سید تھے اور آپ کے
دوھیال میں حضرت شاہ عیسیٰ بلوٹ جن کا مزار بلوٹ شریف ضلع ڈیرہ
اسماعیل خان میں ہے اور حضرت شاہ شمس تبریز جس کا مزار مدینۃ الاولیا ملتان
میں ہے آپ کا سلسلہ نسب جید الاولیاء اللہ سے جڑا ہوا ہے۔آپ کے دادا
سید احمد شاہ صاحب ملک ایران سے ہجرت کر کے پاکستان کے پرانے شہر
ڈیرہ غازی خان پہنچے اور یہاں سکونت اختیار فرمائی تو یہاں کی زبان سرائیکی
سے شناسائی حاصل کرنا پڑی۔ اس طرح آپ کی مادری اور پدری زبان
سرائیکی بنی۔لیکن آپ کو اس کے علاوہ دیگر زبانوں پر بھی عبور حاصل تھا۔
ان میں عربی، فارسی، انگلش اور اردو تھی آپ ان تمام زبانوں کو اچھی طرح
سمجھتے اور جانتے تھے۔''

(نوائے نقوی ص 33)

آپ کے کردار کے بارے میں اس طرح لکھتی ہیں:

''آپ کی پر اثر شخصیت میں آپ کا دھیما لہجہ صاف گوئی، انصاف پرستی
اصول گندمی رنگت اور قد 5 / 5 تھی۔سروس کے دوران جناح کیپ اور
شیروانی سرمئی کوٹ بھورا اور کالا رنگ کا زیب تن کرتے تھے۔جبکہ معمولی
میں سادہ شلوار قمیض کے ساتھ جناح کیپ پہنتے تھے ہلکی پھلکی اور صاف
ستھری غذا پسند کرتے تھے رزق حلال کو اپنا اشعار رکھنا اور حرام سے نفرت

کرنا ہمیشہ ان کا خاص وطیرہ تھا آپ کا گھریلو ماحول انتہائی سادہ اور پروقار تھا سادات گھرانہ ہونے کے ناطے انتہائی باپردہ پاک و پاکیزہ اور تعلیم یافتہ تھا۔''

(نوائے نقوی ص 34)

''حسرت کا شاعر شفقت کاظمی'' کے عنوان میں آپ نے جنوبی پنجاب کے پہلے غزل گو شاعر امام المتغزلین شفقت کاظمی کی شخصیت کے بارے میں یوں لکھی ہیں۔

''آپ کی طبیعت بہت سادہ اور متوسط تھی آپ کم گو اور سادہ لباس زیب تن فرماتے۔جناح کیپ پہنتے سادہ خوراک اور پرہیزی غذال کا استعمال کرتے۔فنی زندگی کا آغاز آپ نے 18 سال کی عمر سے کیا آپ نے اس سلسلے میں ندیم جعفری سے رجوع کیا جو کہ ڈیرہ غازی خان کے بڑے شعرا میں سے تھے۔''(نوائے نقوی ص 28)

شفقت کاظمی کی غزل گوئی کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے۔

''جنوبی پنجاب کے آپ وہ پہلے غزل گو شاعر ہیں جن کی غزل صاف اور شائستہ زبان میں ہے آپ نے ہمیشہ آسان بحر میں شاعری کی عشق ولایت و محبت اہل بیت کے حوالے سے آپ کا مناقب وسلام کا ایک عظیم ذخیرہ موجود تھا آپ کی مجازی شاعری میں نغمیت ،سنگیت ،معنی آفرینی ،جدت ،تشبیہات و استعارات کا حسین امتزاج ملتا ہے آپ ایک سچے محب وطن شہری تھے اپنی مٹی سے وفا آپ کے بدن میں لہو بن کر دوڑتی ہے یہی وجہ ہے کہ آپ کے کلام میں ملی نغمے اور مجاہدین وطن کو خراج تحسین اور سلام بھی ملتے ہیں۔''

(نوائے نقوی ص 30)

اپنے مخلص راہنما والد بزرگوار کی جگہ والے قربان صاحب کا تعارف یوں کرواتی ہیں۔

'سادہ لوح طبیعت کے مالک اپنے نام اور کام میں بے مثال ادبی قد آور

شخصیت منفرد اسلوب کے شاعر ہیں۔''(نوائے نقوی ص89)

ان کی شاعری کے بارے میں اپنی رائے ان الفاظ میں قائم کی ہے۔

''خوبصورت اچھوتے الفاظ کا چناؤ قوس قزح کے سارے رنگوںؐ سے لپٹے آپ کے حرف اور اسلوب کی جدت آپ کو دوسرے شعرا میں ممتاز کرتی ہے ایک شاعر جو اپنے درد وغم جمع کر کے اپنی قلم تمام محسوسات کا تنکا تنکا جوڑ کر دل کے لہو میں اپنی قلم ڈبو کے کاغذ پر حرف کی صورت رقم کرتا ہے تو وہ حرف لفظوں کی صورت زندہ وجاوید ہو جاتے ہیں ایک پختہ قلم کار کی قلم کا جادو یہی ہوتا ہے کہ اس کے لفظ پہروں فرد کی دیواروں پہ رقم رہیں اور من جھوم جھوم کر ان کا ورد کرتا رہے یہ تمام خوبیاں ان کے کلام میں ملتی ہیں۔''

(نوائے نقوی ص90)

پروفیسر جاوید گل گشکوری کی شخصیت کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے:

''پیشہ کے لحاظ سے آپ پیغمبرانہ منصب سے منسلک ہیں۔ متوازن شخصیت شاعرانہ روح کے ساتھ نرم مزاج ونفیس طبیعت کے مالک ہیں۔''

(نوائے نقوی، ص125)

زاہد اقبال بھیل کے بطور محقق تعارف اس طرح کرواتی ہیں:

''زاہد اقبال ایک محقق کے طور پر سامنے آئے ہیں اور انتھک محنت اور لگن سے بہت سارا تحقیقی کام سرانجام دیا ہے جو تحقیق کی دنیا کے طالب علموں کے لیے مشعل راہ ثابت ہوگا اور ادب کی دنیا میں ان کا نام مزید روشن ہوگا۔ آپ کا تحقیقی کام زور شور سے جاری وساری ہے۔ زاہد اقبال بھیل ایک باہمت اور باصلاحیت انسان ہیں اور اپنی بہترین حکمت علمی کے باعث علم وادب کے فروغ کے لیے ہر وقت کوشاں ہیں۔''(نوائے نقوی ص128)

معظّمہ نقوی صاحبہ متذکرہ بالا شخصیات ،فکر وفن مقام و مرتبہ اور علمی و ادبی خدمات کے بارے میں لکھی چکی ہیں جبکہ کئی ایسی شخصیات ہیں جن پر مضامین مقدمات، پیش لفظیات اور صالات کی صورت میں لکھا ہے جبکہ کئی شخصیات پر لکھا ہے مگر ابھی تک منظر عام پر نہیں آسکا۔

# معظّمہ نقوی بطور افسانہ نگار

کہانی اور انسان کا تعلق بہت پرانا ہے انسان نے جب اجتماعی زندگی کا شعور حاصل کیا تو اس نے اسی وقت کہانی کہنے کا فن ایجاد کیا ابتدائی دور میں جب کوئی انسان قدرتی طاقتوں جانوروں کا سختیوں سے مقابلہ کر کے کامیابی حاصل کرتا تو اُسے بہت زیادہ خوشی حاصل ہوتی ہے۔ وہ اپنی طاقت، عقل مندی، ہوشیاری پر فخر کرتا اور پھر اس مقابلہ یا واقعہ کو اپنے ساتھیوں کو سنا کر خوشی اور فخر محسوس کرتا اس طرح کہانی نے جنم لیا۔ اس کے ساتھ کہانی میں دلچسپی لیتے اور اس کے تجربات سے علم حاصل کرتے۔ اس کے بعد کہانی سنانا ایک فن بن گیا۔ اس لیے کہانی کا لفظ TELL سے TALE بن گیا جس شخص کو زبان و بیان پر عبور حاصل ہوتا وہ کہانی بیان کرتا اور لوگ دلچسپی سے کہانی سنتے، اس کے بعد کہانی میں تخیل، جذبات اور فرضی واقعات شامل ہو گئے۔ کہانی کار نے اپنی کہانی میں اپنی خواہشات کو بیان کرنا شروع کیا۔ یوں داستان کا جنم ہوا۔ جس میں مافوق الفطرت واقعات و کردار اور ناقابلِ یقین باتوں کا بیان ہوتا تھا۔ اس کے بعد سچے واقعات کو رومانوی انداز میں پیش کیا جانے لگا اور یوں ناول کا جنم ہوا۔ ناول ایک طویل کہانی ہے اور اسے پڑھنے کے لیے وقت بھی زیادہ درکار ہوتا ہے۔ لیکن صنعتی ترقی کی وجہ سے انسان بہت زیادہ مصروف ہو گیا اور مطالعہ کے لیے اس کے پاس وقت کم پڑ گیا وقت کی اسی ضرورت نے افسانے کو جنم دیا جس کو پڑھنے سے قاری کو جذباتی، نفسیاتی اور ذہنی خوشی حاصل ہوتی ہے۔

برصغیر میں افسانہ انگریزی ادب سے اردو ادب میں آیا کہا جاتا ہے پریم چند نے اردو افسانے کے بنیاد رکھی اس کا پہلا افسانہ ''دنیا کا سب سے انمول رتن'' 1907ء میں شائع ہوا۔اس کے افسانوں کا مجموعہ سوز وطن بھی اسی سال شائع ہوا اس کے ہم عصر سجاد حیدر یلدرم کا افسانوی مجموعہ خیالستان'' 1910ء میں چھپ کر سامنے آیا اس کے بعد ان گنت افسانہ نگار اپنے اپنے دور میں اردو افسانوی ادب کی ترقی میں اپنا حصہ ڈالتے رہے اگر چہ موجودہ دور کے نمایاں افسانہ نگاروں کی بات کی جائے تو اس فہرست میں محترمہ معظّمہ نقوی صاحبہ کا نام نمایاں طور پر سامنے آتا ہے۔اگر چہ آپ کا کوئی افسانوی مجموعہ شائع نہیں ہوا مگر آئے دن کسی نہ کسی ادبی رسالے میں آپ کی کوئی نہ کوئی کہانی شائع ہوتی رہتی ہے۔

## موضوعات:

معظّمہ نقوی نے دیہاتی زندگی اور ان کے مسائل کے ساتھ ساتھ شہر کی سماجی و معاشرتی زندگی کی تصویر بھی اپنے افسانوں میں پیش کی ہے انسان کی تنہائی ، زندگی کے تلخ حقائق آئیڈیل کی تلاش بے وفائی اور جدائی ،خوبصورت تشبیہ اور علامات کا استعمال اور گہری سوچ ان کے افسانوں میں موجود ہے۔اس کے علاوہ معاشی طور پر کمزور طبقے کے جذبات کی عکاسی امیر طبقہ کی خوشحال زندگی کے پس منظر میں چھپے ہوئے دکھ،انسانی محرومی کا احساس اور انسانی نفسیات کا پہلو بھی آپ کے افسانوں میں بیان ہوا ہے۔

## سراپا نگاری:

معظّمہ نقوی کے افسانوں میں کرداروں کی سراپا نگاری بہت ہی خوبصورت الفاظ میں بیان ہوئی ہے ایسے محسوس ہوتا ہے کہ ان کرداروں کو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں مثال کے طور پر مراد کی تصویر کشی یوں ہوتی ہے۔

''اس کی طرف آتا ہوا بھرپور مسکراہٹ کے ساتھ ایک خوبرو بلند و قامت والا اک پر قار اور خوبصورت لباس میں ملبوس کی تمام تر توجہ کا مرکز یہی لڑکی تھی۔'' (قوس گورنمنٹ

ڈگری کالج برائے خواتین کوٹ چھٹہ ڈیرہ غازی خان )

وفا کی سراپا نگاری ان الفاظ میں ہوئی ملتی ہے۔

وہ ہلکے گلابی رنگ کے سوٹ میں اپنے سادی تیکھے نقوش اور فریش رنگت میں پھاگن کی کھلی کھلی دھوپ کے ساتھ اور بھی نکھری ہوئی تھی۔''

( قوس، گورنمنٹ کالج برائے خواتین کوٹ چھٹہ )

''ٹہلتے ٹہلتے وہ پرانی ٹاہلیوں کے بیچ والے کھیت میں پہنچی تو سفید کرتے میں ملبوس ''وہ'' دھاں ٹھہرا، رانجھے سے کم نہیں لگ رہا تھا رانو کو آتا دیکھ کے جب اس نے اپنی دل موہ لینے والی مسکراہٹ سجائی رانو نے نظریں جھکا لیں۔'' (افسانہ شام )

''رانو سارا وقت چپ چپ رہی شام ہونے کو تھی اس نے اپنا نیا سوٹ نکالا اور تیار ہونے لگی اس کی سنہری رنگت اور تیکھے نقوش نکھرے ہوئے نظر آرہے تھے وہ آئینے کے سامنے ٹھہری خود کو بڑی دیر تکتی رہی اور نجانے خیالوں میں کتنے سپنے پروتی رہی۔(افسانہ شام )

''یہ کہتے ہوئے جھک کر شرارتی لہجے میں گھونگھٹ میں اس کے جھانک کر بولا ''سمجھی'' تو رانو کی بے اختیار نظر اٹھ گئی اسکی شرارتی ،قدرسوجی ہوئی سی آنکھیں جس میں بلا کی شرارت تھی لمبی اونچی ناک، گوری رنگت، گاؤں یہ بڑے گہرے ڈھیل اک لمحے کو وہ کھو سی گئی۔''

## مکالمہ نگاری:

معظّمہ نقوی کے افسانوں میں کرداروں کی بات چیت مکالموں سے ہوتی دکھائی دیتی ہے ایسا کرنے سے ہمیں اس کردار کے علم و تجربے کا بھی پتہ چلتا ہے اور ساتھ اس ماحول کا بھی جس میں یہ بات چیت ہو رہی ہے جیسے یہ مکالمہ۔

اس نے پاس آکر زوردار آواز میں بولا ہیلو کیسی ہو؟ آج اتنی لیٹ کیوں تب اسی نے خود کو جھٹک کے اس کی جانب متوجہ کیا اور حسب عادت مسکرا کر بولی I am fine بس نکلتے نکلتے لیٹ ہوئی۔'' ( قوس گورنمنٹ کالج برائے خواتین کوٹ چھٹہ )

## جذبات نگاری:

معظّمہ نقوی صاحبہ کے افسانوں میں انسانی جذبات کی عکاسی کمال درجے کی موجود ہے مثال کچھ یوں ہے۔

وفائے جھکی ہوئی نظروں کے ساتھ اپنے سر کو بھی اور جھکا دیا اس سے پہلے کہ اس کی زبان سے حرف نکلتے آنسو حروف بن کر رخسار پر سرک آئے وفا نے اپنی پلکیں جھپکا کے سارے سمندر کو اندر کی جانب دھکیلا مگر شاید مراد کی قسمت اس کی دراز پلکوں کی نوک سے دو بوندیں اس کی ہتھیلی کی زینت آ بنیں تو وفا نے جھٹ سے اپنے ہاتھ اٹھائے کہ یہ آنسو صاف کر دے لیکن ایسا کرنے سے پہلے وہ مٹھیاں بند ہو گئیں،،

(قوس، گورنمنٹ کالج برائے خواتین کوٹ چھٹہ)

''وفا طبیعتاً حساس اور کم گو لڑکی تھی لیکن اپنے یہ ضبط رکھنا اس کی بچپن ہی سے خوبی تھی رات کو دیر تک جاگنا اس کا معمول تھا مگر آج رات بھر وفا سو نہیں پائی پتہ نہیں اس کے اندر کوئی بہت بڑا طوفان امڈ امڈ کے تھم چکا تھا پھر وہ پتھرائی ہوئی تھی کچھ تو ہوا تھا ایسا کہ وہ وقفے وقفے بعد سرد آہ بھرتی کبھی بیڈ پر لیٹے کروٹیں بدلتی تو کبھی اٹھ کر ٹہلنے لگتی اور خود کو بار بار یہ شعر پڑھ کر تسلی دیتی۔

اور بھی دکھ ہیں زمانے میں محبت کے سوا<br>راحتیں اور بھی ہیں وصل کی راحت کے سوا

(قوس، گورنمنٹ کالج برائے خواتین)

''جنوری کی قہر آلود یخ بستہ رات میں گرم شال سے خود کو لپیٹے وہ نفیس دوشیزہ محو فکر دبے پاؤں ٹہل رہی تھی اس کے خیالوں کا محور کوئی اور نہیں بلکہ اسکی فکر بوڑھے باپ تا جو بابا کے جھکے کندھے جو دن بدن نحیف ہوتا جا رہا تھا مگر اسکا بوجھ مسلسل پڑھ رہا تھا۔ جس کا اظہار وہ زبان سے نہ بھی کرتے تو اس کی پرنم

آنکھوں اور چہرے پہ پڑی جھریوں سے عیاں تھا، تین بیٹوں کی فکر نے اس
کے کندھوں کو اور بھی جھکا دیا تھا۔''

''او' اچھا اچھا۔۔۔تو یہ ہیں محترمہ'(افسانہ شام)

جنھوں نے ہمیں دوسری بار پھر نہلا دیا ہے۔۔۔ یہ کہتے ہوئے وہ برابر مسکراتا رہا رانو
شرمندگی کے مارے سر کو اور جھکا گئی تو اس نے رمو سے کہا یہ کونگی تو نہیں۔(افسانہ شام)

## انسانی نفسیات:

معظّمہ نقوی نے اپنے افسانوں میں انسانی نفسیات کی عکاسی کمال درجے کی کی ہے
پڑھنے والے کو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس کی حالت کو بیان کیا گیا ہے''اس کا ذہن ایک لمحے کو
بھی مراد کی تجسس آمیز بات سے نہیں ہٹ پایا تھا کہ آخر ایسا کہا اتنا اہم کام ہے وہ اتنا جذباتی
کیوں تھا ان تمام سوالوں میں گنا گن کر اس نے شام کا پہر گزارا۔''
(قوس، گورنمنٹ کالج برائے خواتین، کوٹ چھٹہ)

''یہ کہتے وہ رک گیا اور غصے سے مکا بنا کے اپنے دوسرے ہاتھ پہ دے مارا اور وفا بے
سدھ سی اپنی جگہ بیٹھی ہوئی تھی۔''(قوس گورنمنٹ کالج برائے خواتین کوٹ چھٹہ)

## رومانوی رنگ:

رومان کا بیان عشقیہ افسانہ نگاری کا ایک اہم جزو ہے اور یہ رنگ نقوی صاحبہ کے ہاں
بھی وافر مقدار میں موجود ہے مثالیں کچھ یوں ہیں۔''ہوش میں آؤ رانو شام کو بے ہوش ہونا
تب مزا آئے گا۔ابھی کوئی مصیبت پڑ جائے گی۔(افسانہ شام)

رانو تم مسکراتے بہت اچھی لگتی ہو ایسے ہی مسکراتی رہا کرو۔رانو یہ سن کر اپنے آپ میں
سمٹنے لگی۔''(افسانہ شام)

''اس نے مضبوطی سے پکڑ کے ایک نفیس سی انگوٹھی اسے پہنا دی جو رانو کے نرم و نفس
ہاتھوں پہ جا کے چمک اٹھی۔''(شام)

## آشوب جدائی:

معظّمہ نقوی صاحبہ کے افسانوں میں جدائی کی کیفیت بہت خوبصورت انداز میں بیان ہوئی ہے پڑھتے ہوئے قاری کوایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے اسکی حالت کی عکاسی کی گئی ہے۔''آخروہ قیامت بھی رانو کی زندگی میں آن پہنچی جب ساحراس کا ہاتھ تھامے نہ جانے کی وعدے کر رہا تھا اور رانو بھرائی سی آواز میں کبھی اتنا کہہ پاتی مجھے بھول تو نہیں جاؤ گے۔''(افسانہ شام)

## تشبیہ کا استعمال:

افسانوں میں ادبی خوبصورتی اور گہرائی پیدا کرنے کے لیے افسانہ نگار تشبیہات کا استعمال کرتے ہیں ایسا کرنے سے جہاں ان کے وسیع مطالعہ کا پتہ چلتا ہے وہاں ادبی خوبصورتی کا جنم ہوتا ہے نقوی صاحبہ نے بہت خوبصورت تشبیہات سے اپے افسانوں کو سجایا ہے۔
''دونوں وہاں سے ایسے نکلیں جیسے حویلی کی بلند و بالا عمارت سے پنچھی آزاد ہوئے ہیں۔''
(افسانہ شام)

## محاورات کا استعمال:

معظّمہ نقوی کے افسانوں میں بیان ہوئے محاورات کچھ یوں ہے،مراد نے ماتھے پر بل ڈال کے بولا کیا مطلب ہے تمہارا(قوس،گورنمنٹ کالج برائے خواتین)

# مضامین ومقالات معظّمہ نقوی

معظّمہ نقوی صاحبہ نے کئی شخصیات کے فکروفن اورادبی خدمات کے حوالے سے تحقیقی اورتجزیاتی مقالات اور مضامین بھی لکھے ہیں آپ تنقید برائے تنقید کے برعکس تنقید برائے اصلاح کے حامی و پیامبر ہیں ان کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ وہ زمین آسمان کے قلابے ملانے سے اجتناب کرتے ہوئے صرف اصل موضوع کو ہی زیر بحث لاتے ہیں اور صرف حقیقی مقدیت ہی کو موضوع سخن بناتے ہیں جس سے قاری بھول بھلیوں میں بھٹکنے کی بجائے براہ راست اصل موضوع سے مستفید ہوتا ہے۔ ان کے کچھ مقالات اور مضامین کا مطالعہ کرتے ہیں تاکہ پتہ چل سکے کہ انہوں نے کس طرح موضوعات کواحاطہ تحریر میں لایا ہے۔

''علامہ اقبال کا نظریہ تعلیم اور مغربی تہذیب پر ان کے افکار'' اس مقالے میں معظّمہ نقوی صاحبہ نے سب سے پہلے علامہ اقبال کے فلسفہ خودی کو قرآنی احکامات کی روشنی میں واضح کرنے کی کوشش کی۔ اس کے بعد علامہ صاحب کی تعلیم کے بارے میں بتایا اور پھر سیر حاصل بحث خواتین کی تعلم کے موضوع پر کی لکھتی ہیں۔

> ''عورت کی بدولت خاندان وجود میں آتا ہے خاندان سے گاؤں اور شہر وجود میں آتے ہیں اور یوں ایک تمدن کی بنیاد پڑتی ہے یہ تعلیم فرد واحد کی نہیں بلکہ پورے خاندان کی تعلیم بن جاتی ہے۔

وجود زن سے ہے کائنات میں رنگ　　　　اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوز دروں

مکالمات افلاطون نہ لکھ سکی لیکن اسی کے شعلے سے ٹوٹا شرار افلاطون

عورتوں کی تعلیم کے لحاظ سے اقبال کچھ حدود بھی مقرر کرتے ہیں اقبال کے نزدیک عورت کا اصل مقام اس کا گھر شوہر اور بچے ہیں وہ ہر ایسے کام کے مخالف ہیں جس سے عورت کے فرائض زوجیت اور امومت متاثر ہوں اقبال اس کے حامی ہیں کہ خواتین زیادہ سے زیادہ تعلیم حاصل کریں لیکن اگر وہ اپنے اصل فرائض سے غافل ہو جائیں تو یہ ان کے اور معاشرے کے لیے اچھا نہ ہوگا ایسی عورتوں کو وہ ''نازن'' کہتے ہیں۔

جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن کہتے ہیں اسی علم کو ارباب نظر موت

اقبال مخلوط تعلیم کو پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھتے وہ نہ صرف خواتین کے لیے ایک یونیورسٹی کے داعی تھے بلکہ وہ لڑکیوں کے لیے علیحدہ نصاب کی ضرورت بھی محسوس کرتے تھے وہ عورتوں کے نام نہاد حقوق اور مادر پدر آزادی کے خلاف تھے۔ اقبال نے اسلامی تعلیمات کی روح کو پانے کی کوشش کی ہے۔'' (نوائے نقوی ص 41)

تعلیم میں عشق وعقل کے امتزاج کی اہمیت یوں اجاگر کرتی ہیں:

''اقبال کے پسندیدہ نظام تعلیم میں عشق وعقل کا امتزاج خصوصی اہمیت کا حامل ہے عشق وعقل کے موازنے کے حوالے سے بظاہر یہ لگتا ہے کہ وہ علم کے مقابلے میں عشق کی برتری کو ثابت کرنا چاہتے ہیں علم سے مراد اقبال کے نزدیک وہ علم ہے جس کا دارومدار حواس پر ہو اور عشق سے مراد علم ہے جو شعور میں نہ سما سکے اور اس کا ادرک وجدان کے ذریعے ہو۔ ''پیام مشرق'' کی نظم ''محاورہ علم وعشق'' سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ علم کے دیو کو پایۂ زنجیر کرنے کے لیے عشق کو ضروری خیال کرتے ہیں تاکہ علم کی تار نور میں بدل جائے۔

اقبال کے نزدیک علم بے عشق کے کبھی پھل پھول نہیں لاسکتا وہ طاغونی بن
جاتا ہے لیکن علم اگر عشق کی بانہوں میں بانہیں ڈال کے چل سکے تو یہ لاہوتی
جاتی ہے۔'' (نوائے نقوی ص 42)

اردو زبان کے حوالے سے نقوی صاحب نے چار مقالات تحریری کیے ہیں اپنے پہلے مقالے اردو تنقید کا پس منظر میں پہلے مختلف زبانوں تنقید لفظ کیلئے کونسے کونسے لفظ استعمال ہوتے ہیں اس نکتہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے۔

''کسی بھی فن پارے کو اخلاقیات کے دائرے میں رہ کر علمی وفنی نقطہ نظر سے
اس کا موازنہ کرنا جانچنا تنقید کہلاتا ہے تنقید کو انگریزی میں Criticism
عربی قواعد کی رو سے صحیح لفظ یا انتقاد ہے فارسی میں تنقید کی اصطلاح رائج نہیں
رہی۔ اس میں انتقاد دیکھنے میں آیا ہے لیکن بہت کم جبکہ اردو میں لفظ تنقید
رائج ہوا ہے تاہم نیاز فتح پوری اور عابد علی عابد دو ایسے ناقدین ہیں جنہوں
نے تنقید کے برعکس انتقاد استعمال کیا ہے تنقید لفظ کا متبادل کے طور پر آل احمد
سرور نے پرکھ کا لفظ تجویز کیا ہے۔ (نوائے نقوی ص 43)

اس کے بعد نقوی صاحبہ نے انگریزی فرانسیسی اور اردو کے ممتاز تنقید نگاروں کے نام گنوائے جاتے ہیں اس کے بعد عربی فارسی اور مغربی ادب کے اردو ادب پر پڑنے والے اثرات کے بارے میں یوں لکھا ہے:

''عربی مسلمانوں کی دینی زبان ہے لیکن ایک عرصے تک سرکاری زبان بھی
رہی ہے۔ برصغیر میں عہد غزنوی میں سرکاری زبان عربی نہیں لیکن وہاں عربی
زبان میں ادب تخلیق ہوا ایران اور برصغیر اس کی نمایاں مثالیں ہیں ایران
میں فارسی ادب کا آغاز عربی شاعری کے زیر اثر ہوا فارسی نثر بھی ایک عرصے
تک عربی کے اثر سے آزاد نہ ہوسکی۔ فارسی تنقید کی عمارت عربی کے تنقیدی

اصولوں پر استوار ہوئی اردو شاعری کا ارتقا فارسی شاعری کے زیر سایہ ہوا اور
اردو کی کلاسیکی شاعری تو فارسی سے اس حد تک متاثر ہے کہ اسے فارسی
شاعری کی پرچھائیں قرار دیا گیا ہے۔'' (نوائے نقوی ص 44)

معظّمہ نقوی صاحبہ نے فارسی زبان وادب میں تنقید کے بارے میں سیر حاصل بحث
کی ہے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ فارسی ادب پر خاص کر تنقید کے میدان میں
عربی ادب کے اثرات کو کسی طور پر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا اس کے بعد نقوی صاحبہ نے
یونانی روسی ادب پر انگریزی تنقید کے اثرات پر بحث کی ہے پھر تنقید دبستانوں کے بارے
میں لکھا ہے۔ رومانوی دبستان تنقید کے بارے میں یوں لکھا ہے:

''اردو میں تنقید کے متعدد دبستان ہیں۔ جن میں سے ایک نام رومانی
دبستان تنقید ہے رومانوی اپنی کچھ خصوصیات کی بنا پر تنقید کے دیگر دبستانوں
سے ممتاز اور منفرد ہے۔ انگریزی میں اس سلسلے میں بہت کچھ لکھا گیا ہے اور
ہمارے ناقدین بھی انہی تحریروں میں سے استفادہ کرتے ہیں رومانیت
میں شعرا کا سرچشمہ قوتِ ابہام سمجھی جاتی ہے۔ یہی نہیں بلکہ فعال اور قوی تخیل
اپنی انفرادی حیثیت میں بذاتِ خود ابہام کی سطح تک جا پہنچا ہے۔ شدت
جذبات شاعر کیلئے محرکات کا کام کرتی ہے شاعری کا مقصد حصول ہے
ورڈز ورتھ فطرت پرست تھا رومانوی شعرا اور ناقدین نے حسن کی عکاسی پر
بھی بہت زور دیا ہے کیونکہ حسن اور اس سے وابستہ احساسات اور تعینات
انسان کی روح پر صحت مند اثرات ڈالتی رہتی ہے۔''

(نوائے نقوی ص 48)

جمالیاتی تنقید کا پس منظر یوں بیان کیا ہے:

''جمالیاتی تنقید کے قدیم ناقدین نسخوں میں محمد حسین آزاد کی '' آبِ حیات''

اور شبلی نعمانی کی ''شعر العجم'' کا اس حوالے سے نام لیا جا سکتا ہے اردو میں جمالیاتی تنقید کی بہت اچھی مثال نیاز فتح پوری کی صورت میں ملتی ہے وہ جمال پرست تھے اور یہی رویہ ان کی عملی تنقید میں نمایاں تر ہے اس کے بعد عابد علی عابد ہیں اگرچہ مجنوں گورکھ پوری نے ایک مختصر کتاب ''تاریخ جمالیات'' لکھی لیکن انہوں نے اس نقطہ نظر سے تنقید نہیں کی ہے ان کے علاوہ بہت سی کتب جمالیاتی تنقید کے حوالے سے دیکھنے میں آتی ہیں۔''

(نوائے نقوی ص 51)

تنقید کے نفسیاتی دبستان کے بارے میں رائے کا اظہار ان فقرات میں کیا ہے:

''اُردو میں نفسیاتی تنقید بھی اپنی خاص اہمیت کی حامل ہے۔ خاصی دیر تک میرا جی کو پہلا نفسیاتی نقاد سمجھا جاتا رہا مگر حقیقت یہ نہیں میرا جی سے بہت پہلے ''امراؤ جان ادا'' کے مصنف مرزا ہادی رسوا کی اس انداز کی تحریریں ملتی ہیں مرزا رسوا کے بعد جن ناقدین کی تحریروں میں نفسیاتی بصیرت جزوی طور پر ملتی ہے ان میں ڈاکٹر عبدالرحمن بجوری (محاسن کلام غالب) اور وحیدالدین سلیم (افادیت سلیم) کا نام لیا جا سکتا ہے ان کے بعد میرا جی کا نام آتا ہے پاکستان میں ایسے ناقدین بھی ملتے ہیں جو کلی طور پر نفسیات سے شغف نہ رکھنے کے باوجود بعض اوقات مطالعہ ادب میں نفسیات سے کام لینے کا سلیقہ رکھتے ہیں اس ضمن میں محمد حسن عسکری، ریاض احمد، سلیم احمد وغیرہ کا نام لیا جا سکتا ہے۔ یہ سب فرائڈ سے متاثر ہیں۔'' (نوائے نقوی ص 52)

اردو ادب میں تنقید کے آغاز اور ترقی پسند تحریک بارے میں یوں لکھا ہے:

''اردو میں باقاعدہ تنقید کا آغاز انیسویں صدی کے اواخر میں انجمن پنجاب لاہور میں محمد حسین آزاد کے لیکچر سے ہوا آزاد کے بعد اردو میں تنقید کو با

ضابطہ اور فکر انگیز بنانے میں حالی کا مقدمہ شعروشاعری انتہائی اہمیت کا حامل ہے اور آج تک موضوع گفتگو ہے حالی کے بعد شبلی نعمانی امداد الامام اور مسعود حسین رضوی قابل ذکر نقاد ہیں جنہوں نے حالی کے قائم کردہ ادبی تنقید کے شعور کو آگے بڑھانے میں اہم کردار ادا کیا ہے اس دور کو ہم اردو ادب کا دور اول کہہ سکتے ہیں جدید اردو کا سنجیدہ اور بطور ایک شعبہ ادب با قاعدہ آغاز ترقی پسند تحریک کے آغاز سے ہوتا ہے۔ترقی پسند تنقید کو منوایا اور ہر دو سمت سے بہت سے نام اور نقاد سامنے آئے ترقی پسند نقادوں میں جہاں ابتدائی طور پر سید سجاد ظہیر آل احمد سرور اور اختر حسین رائے پوری وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں وھاں مجنوں گورکھ پوری پروفیسر احتشام حسین ،علی سردار جعفری ، اختر انصاری ،ظہیر انصاری ،ظہیر کاشمیری ڈاکٹر محمد حسین ،ممتاز حسین اور ڈاکٹر عبادت بریلوی وغیرہ نے ادب کو زندگی کے ساتھ جوڑ کر دیکھنے کی جس روایت کا آغاز کیا اور ادب میں جس موضوعات کا تقاضا کیا وہ آج تک اہمیت کا حامل ہے پاکستان میں ترقی پسند تنقید کے فروغ میں محمد علی صدیقی ،ڈاکٹر عتیق احمد ،ڈاکٹر آغا سہیل اور ڈاکٹر سلیم اختر کا نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں ترقی پسند تنقید کے متوازی حلقہ ارباب ذوق کا تنقید کا آغاز ہوا حلقہ ارباب ذوق سے تعلق رکھنے والے ناقدین میں میرا جی مولانا صلاح الدین احمد ،ریاض احمد ڈاکٹر وزیر آغا ،جیلانی کامران اور مظفر علی سید وغیرہ قابل ذکر ہیں۔''(نوائے نقوی ص50)

''اردو زبان تاریخ کے آئینے میں'' اردو زبان و ادب پر لکھا جانے والا نقوی صاحبہ کا دوسرا تحقیقی مقالہ ہے جس میں آپ نے اردو زبان کے وجود میں آنے کے کئی نظریات پر بحث کی ہے۔مختلف نظریات کرنے کے بعد لکھتی

ہیں۔'' اس کا مطلب یہ ہوا کہ میر امن کے زمانے میں یہ تصور عام ہوگا کہ مغل لشکر میں مختلف قوموں کے باہمی میل ملاپ کے نتیجہ میں ایسی بولی نے جنم لے لیا جس میں ہر زبان کے الفاظ کی آمیزش اور لہجوں کا امتزاج تھا۔ یوں اردو زبان ''خودرو'' پودے سے مشابہ قرار دی جاسکتی ہے کہ کسی شعوری کاوش کے بغیر عوام کے ذریعہ سے اس نے وجود قرار پایا اور اس سے اردو کے عوامی تقاضوں کی تکمیل کے لیے عوام نے وضع کی۔''

(نوائے نقوی ص 56)

اسی سلسلے مزید اظہار رائے یوں کرتی ہیں:

''کسی بھی زبان کے آغاز صورت پذیری اور پھر تخلیقات سے وابستہ امور کے سلسلہ میں یہ اساسی حقیقت ملحوظ رہے کہ زبان خلاء میں تشکیل نہیں ہوتی انسانی معاشرہ اسے پیدا کرتا ہے اور اس معاشرے کے پھیلنے پھولنے کے ساتھ یہ پھیلی پھولتی اور ان کی ذہنی صلاحیتوں کے تناسب سے اس میں بھی تخلیقات ہوتی ہیں اردو کے ضمن میں بہر حال ایک بات تو طے ہے کہ اس کی ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد اور آبادکاری اساسی کردار ادا کرتی ہے وہ دکن میں آئے یا سندھ میں یا پنجاب میں بہر حال ان کی آمد قدیم ہندوستان میں تہذیبی تنصیر کے لیے ایک قومی متحرک ثابت ہوتی ہے انہوں نے یہاں کی معاشرت طرز تعمیر، تعلیم و تدریس ملبوسات، خوراک اور آداب مجلس میں نئے رنگ شامل کیے وہاں ان کی عربی، فارسی اور ترکی نے مقامی زبانوں کے تال میل سے نئی زبان پیدا کی جو ہندوستان کی مناسبت سے زبان ہندوستان ''ہندی اور ہندوی'' کہلائی پھر مغل دربار نے اسے اردوئے معلّیٰ کے خطاب سے سرفراز کیا۔'' (نوائے نقوی ص 57)

نقوی صاحب نے اپنے تیسرے مقالہ کا عنوان اردو نثر کا ارتقائی جائزہ رکھا ہے اردو نثر کے وجود میں آنے کے بارے میں لکھتی ہیں:

''اردو زبان کے تشکیلی دور میں ابتدائی شعری نمونوں کے ساتھ ساتھ نثر کے نمونے بھی ملتے ہیں تاہم اردو نثر کا باقاعدہ آغاز ملا وجہی کی ''سب رس'' سے سمجھا جاتا ہے۔'' (نوائے نقوی ص 58)

اردو نثر کی ترویج و ترقی میں فورٹ ولیم کالج کے کردار پر یوں روشنی ڈالی گئی ہے:

''اردو نثر کی ترویج و ترقی میں فورٹ ولیم کالج ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے انیسویں صدی کا آغاز فورٹ ولیم کالج کلکتہ 1800 اور اور میر امن کی باغ و بہار 1803 سے ہوا۔ اردو نثر کے لیے یہ اچھا آغاز تھا صدر شعبہ اردو ڈاکٹر جان گل کرسٹ نے انگریز اہلکاروں کو اردو کی تدریس کے لیے سادہ اور اردو کتابیں لکھوائیں اور ترجمہ کروائیں۔ ''باغ و بہار'' بھی فارسی ''قصہ چہار درویش'' کا ترجمہ ہے۔ میر امن نے ''باغ بہار'' کے علاوہ کالج کے لیے 1805ء میں گنج خوبی بھی تحریر کی۔'' (نوائے نقوی ص 89)

اردو نثر کے عناصر خمسہ کے بارے میں نقوی صاحبہ کی یہ سطریں پڑھیے:

''نثر کے عناصر خمسہ یعنی سرسید، حالی، شبلی، آزاد اور نذیر احمد ہیں۔ ان کی وجہ سے اردو میں سلاست کا چلن عام ہوا۔ اس عہد میں نثر کو قوم کی ذہنی کشادگی اور وسعت فکر کیلئے استعمال کیا گیا یوں بالواسطہ طور پر سرسید کے مقاصد کو تقویت حاصل ہوئی اردو نثر نے ان تمام مراحل سے گزر کر اپنی ایک الگ شناخت بنائی آج ہم جس اردو نثر سے آشنا ہیں یہ اپنے کٹھن ارتقائی مراحل سے گزر کر ہمارے سامنے اپنے جدید اسلوب کے ساتھ موجود ہے۔''

(نوائے نقوی ص 62)

اگلے مقالے کا عنوان ''اردو غزل کا آغاز'' ہے جس میں نقوی صاحبہ نے اردو ادب میں غزل کے وجود میں آنے پر سیر حاصل بحث کی ہے غزل کے ارتقائی مراحل کو ادوار میں تقسیم کر کے ہر دور کے نمایاں غزل گو شعرا کے کلام کی خصوصیات کو بیان کیا ہے۔ جیسے ''میر کو'' خدائے سخن کے لقب سے نوازا گیا ہے وہیں درد کا کلام تصوف، اخلاق اور درد و اثر سے مملو ہے وہ چھوٹی بحر کے بادشاہ سمجھے جاتے ہیں۔ سودا نے فن غزل گوئی کو نکھارنے میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔'' (نوائے نقوی ص 69)

اپنے اس مقالہ کو پاکستانی غزل کے دور پر ختم کیا ہے:

''پاکستانی غزل کے اس دور میں جو شعرا غزل کی حیثیت سے افق شاعری پر نمودار ہوئے ان میں احمد فراز، شہزاد احمد، ظفر اقبال، منیر نیازی، شکیب جلالی، باقی صدیقی، عارف عبدالمتین، پروین شاکر، زہرہ نگاہ، سلیم احمد، سیفی وغیرہ اپنے فکر وفن کی بدولت ایک امتیازی مقام کے مالک ہیں۔ غرض غزل گوئی اپنے بطویل سفر میں مختلف مراحل سے گزری اس نے مختلف زمانے دیکھے ان گنت تجربات کی زد میں آئی جو سچ پوچھیئے تو غزل ہماری تاریخ کے ہر مڑتے دھارے کا پتہ دیتی ہے۔ زمانے کی اونچ نیچ کا اظہار کرتی ہے اور محرومی دل کا رونا بھی ہے ہندوستان کی غلامی پر خون کے آنسو بھی اسی غزل میں بہائے گئے سیاسیات، سماجیات اور معاشیات کے مسائل کو بھی غزل ہی کے پردے میں پیش کیا گیا ہے عرض ایسا کوئی موضوع نہیں جو اردو غزل میں نہ ملے۔''

(نوائے نقوی ص 67)

اس مقالہ کا اختتام بہت ہی خوبصورت الفاظ میں کیا ہے:

''چنانچہ غزل اردو زبان کا جھومر ہے جس کی اہمیت ہر گزررتے دور

میں بڑھتی نظر آتی ہے اور اس نے اپنے دامن کو ہمیشہ وسیع تر رکھا ہے اور ر ہر دور کے تقاضوں کو اپنے دامن میں جگہ دی یوں ہم اس کے آغاز سے لے کر آج موجودہ دور تک اسی آب و تاب کے ساتھ نکھرتا سنورتا اور پھلتا پھولتا دیکھتے ہیں۔'' (نوائے نقوی ص 68)

مقالات میں سب سے زیادہ قابل غور مقالہ سر سید احمد خان سید تھے اگر سید تو خان کیوں ہے جس میں مصنفہ نے بڑی عرق ریزی سے سر سید احمد خان کے شجرہ نسب پر معلومات اکٹھا کر کے ان کو سید ثابت کیا ہے سر سید کے والد کے بارے میں اس مقالہ میں لکھا ہے:

''سر سید کے والد ''میر متقی'' اپنی زندگی نہایت آزادی اور بے فکری سے بسر کرتے تھے جس کا اثر سر سید اور ان کی اولاد میں اب تک موجود تھا، ان کو حضرت شاہ غلام علی سے جن کی خانقاہ دلی میں مشہور ہے۔ بیعت تھی اور شاہ صاحب ان پر پدرانہ شفقت رکھتے تھے۔'' (نوائے نقوی ص 71)

اس مقالہ کے اختتام پر اپنی تمام معلومات کو اس طرح سمیٹا ہے:

''تاریخ شاہد ہے کہ سادات پر جس طرح ظلم ہوئے انہوں نے اپنے نام اور نسل کی بقا کے لیے جو اقدامات کیے ان میں ایک ہجرت اور دوسرا اپنا مسلک اور عقائد چھپا کر رہنا تھا سر سید کے ددھیال نے بھی یقیناً تکالیف کو برداشت کیا ہو گا یوں وہ اپنا نام اور نسل تو یقیناً بچا کر لے آئے لیکن ان کے عقائد اور مسلک آئمہ طاہرین کی تعلیم کے خلاف ہمیں نظر آتے ہیں کیونکہ آئمہ کی تعلیم اور اس مسلک سے تعلق رکھنے والے اور ان کی اولاد آج بھی نذر و نیاز کی مکمل پابند ہیں اور بیعت کا کوئی مفروضہ ان کے مسلک میں نہیں پایا جاتا ہے۔ اگر سر سید بھی انہی عقائد کے پیروکار ہوتے تو ان کا نام آج سر سید احمد خان کی بجائے سر سید احمد رضوی لکھا اور پکارا جاتا۔''

(نوائے نقوی ص 73)

اب تک نظران کے ادبی کالم پر جانتے ہیں۔ پہلے ادبی کالم کا عنوان ''میں کیوں لکھتی ہوں؟''اس کالم کا آغاز انہوں نے ایک شعر سے کیا ہے۔

میں نے جب سے لکھنا سیکھا

پہلے تیرا نام لکھا تھا

اس کالم کے آ گاز میں انہوں نے قرآن پاک اور حضرت علی علیہ السلام کے حوالوں کا ذکر کیا ہے

''پڑھنے لکھنے کا عمل انسانی وجود کے ساتھ ہی عمل میں آیا علم سیکھنا شعور کا ارتقائی عمل ٹھہرا اس کے بغیر ایک بندہ انسانی شکل وصورت میں جمادات کی مانند ہوتا ہے آ گہی کی اہمیت کا اندازہ کائنات کی سب سے مقدس کتاب کی نازل ہونے والی پہلی آیت مبارکہ ''اقرا باسم'' سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے مولائے کائنات نے فرمایا: ''کلام کرو تا کہ پہچانے جاؤ''

(نہج البلاغہ 392)

اس کے بعد اپنے لکھنے کے مشغلے کے بارے میں لکھا ہے:

''میں نے دیگر لڑکیوں کی طرح کبھی مہنگے کپڑوں، جیولری، دوست بنانا، ہنگامہ، گھومنا پھرنا ان سب کے نہ خواب دیکھے نہ کوئی شوق پالا میں ہمیشہ پین قلم لینے ڈائری لینے کا خواب دیکھتی اپنا زیادہ تر وقت تنہا گزارتی جس پر ابو جی سے خاص طور پر ڈانٹ ملتی اور کہتے آدم بے زار مت بنو اپنی محسوسات کو لفظوں کے ذریعے کاغذ پر ہی رقم کرتی جب کبھی میری کسی سنیئر کو میرے جنون کا علم ہوتا تو وہ یہی کہتی ہاں وقتی شوق ہوتے ہیں یہ ڈائری کے بھی تم بھی بھول جاؤ گی یہ سب ان کے یہ الفاظ مجھے تیر بن کے لگتے ہیں اور کئی کئی دن میں اس کرب میں رہتی اور دعا کرتی یا اللہ مجھے کاغذ قلم سے بے پناہ عقیدت

ہے خدایا کبھی مجھ سے یہ سب کبھی مت چھیننا یہ میری گویائی ہے۔''

(نوائے نقوی ص 76)

''مصنوعی محبت'' کے کالم میں نقوی صاحبہ نے موجوہ دور کے بہت اہم مسئلہ کی بھرپور عکاسی ان الفاظ میں کی ہے:

''اپنے رشتوں سے ناخوش اور نت نئے رشتے بنانے کی جستجو آج کے دور کے آدمی کا خاصہ بن چکی ہے فطری طور پر یہ وجود بشر شدت پسند واقع ہوا۔ تبھی اس کی راہنمائی کے لیے اصول وضوابط کا پابند ہونے کا دعویدار بھی بنتا ہے اور خلاف اصول کام بھی اسی کا خاصہ ہیں اپنے محرم اور جائز رشتوں سے بیزاری جتا کر نا محرم سے ناجائز رشتے بنانے اور نبھانے کی ٹوہ میں لگا ہے اور انہی سے سکون قلب اور دست شفقت کا متقاضی ملتا ہے یہ صرف آج کی نوجوان نسل کا المیہ نہیں بلکہ اس میں شامل ہر عمر اور نسل کے لوگ ہیں جنہوں نے محض اپنی جنسی ضرورت پوری کرنے کے لیے اپنی اندرونی جہالت کو چھپانے کے لیے محبت دوستی جیسے پاک رشتوں اور جذبوں کو رسوا کر رکھا ہے۔''

(نوائے نقوی ص 77)

''قتلِ عمد'' کالم میں نقوی صاحبہ نے انسانیت کے نام نہاد مسیحا (ڈاکٹر) چہرہ کو بہت خوبصورت انداز میں بے نقاب کیا ہے اس کالم میں انہوں نے ایک غریب عورت کی کہانی کو بیان کیا ہے جو پیسے نہ ہونے کی وجہ سے ایک ماہر ڈاکٹر سے علاج نہ کروا سکی انہوں نے قارئین توجہ اس بات کی طرف بھی مبذول کروانے کی کوشش کی ہے کہ یہ ڈاکٹر کس کس طریقہ سے علاج کے بہانے لوگوں کی کھال اتارنے میں معروف ہیں چیک اپ کی بھاری فیس ،مختلف ٹسٹ کا بھاری خرچہ ہر بیماری خاص زچگی کی حالت کا علاج آپریشن

اور پھر جنگے داموں ادویات بھی ہسپتال کے دواخانے سے ملنا آخر میں انہوں نے قارئین سے سوال کیا ہے۔اگر کچھ برا ہو گیا ہو تو اس کا ذمہ دار کون ہے یہ قتل عمد ہے اور قاتل سر عام معتبر بن کر پھرتے ہیں۔''(ص79)

اسلامی تاریخ کے اہم واقعہ جو کربلا کے میدان میں رونما ہوا اسے انتہائی خوبصورت الفاظ مگر جامعیت کے ساتھ بیان کرنے کے بعد اختتام کچھ یوں کیا ہے:

''اگر یہ صرف جنگ ہوتی تو محض ہار جیت پہ ہوتی اور اصولوں وضوابط کے مطابق ہوتی مگر یہ محض جنگ کی شکل دے کر نسل کشی و پیغمبر تھی اور بعد عاشور اگر یہ جنگ ہوتی تو وہ سیاہ یزید سب کو قتل کر کے جنگ جیت چکی تھی پھر نبی زادیوں کو قیدی بنا کر سروں سے ردائیں چھین کر شہر بہ شہر، بازاروں اور درباروں میں پھرانا کون سے مذہب میں یہ قانون آج تک ملتا ہے کہ عورتوں اور بچوں کی عزت وتکریم ہر حال میں رکھی جاتی ہے میں اکثر سوچتی ہوں تاریخ آدمیت میں اگر عاشور کا دن نہ ہوتا تو دنیا کبھی حق وباطل کی تمیز ہی نہ کر پاتی ہر طرف بدی ہی بدی ہوتی۔حلال وحرام کیا ہوتا کون جانتا تبھی لاکھوں مخالفتوں اور بے شمار مظالم کے باوجود بھی عاشور کا ایک روز کا صدیوں پہ چھا گیا اور حق آج بھی سر بلند ہے چاہے باطل نے جتنا اس کو دبایا۔''

(نوائے نقوی 82)

موجودہ دور میں ادب تخلیق کرنے کی رفتار بہت زیادہ ہو گئی ہے مگر وہ ادب تخلیق نہیں ہو رہا جس سے سماج کی اصلاح ہو سکے اخلاقی اقدار کو بچا کر ان کو پروان چڑھایا جا سکے اور جو سوئی ہوئی نسل نو کو جگا کر انقلاب کی راہ ہموار کرے ادیب وشعرا کرام محض سستی شہرت کے لیے کتابیں چھپوا کر سوشل میڈیا کے ذریعے اپنی مشہوری کر رہے ہیں۔اس المیہ کی طرف لوگوں کی توجہ یوں دلاتی ہیں:

''المیہ ادب میں یہ ہوا یہاں بھی مچھلی منڈی کی طرح ادبا و شعرا کی لمبی فہرست تو موجود ہے مگر ان میں کوئی لوئس الیگزینڈر پنولین، سعدی، رومی شیرازی، علی شریعتی، سرسید، اقبال، جوش، نصیر ترابی، فیض و دیگر کارفرما جنہوں نے آدمیت کو بیدار کرنے میں اپنا کلیدی کردار ادا کیا اور کر رہے ہیں ماسوائے چند جن کی تعداد آئے میں نمک کے برابر ہے یہاں کی صورت حال بھی معاشرے سے قدرے جدا نظر نہیں آتی سوشل میڈیا پہ سیلفی ویڈیوز پوسٹیں، سٹیٹس کے بعد میڈیا کی خبروں کا حصہ بن کر اور اپنی چودہ کتب چھپوا کر مارکیٹ کی زینت بنا دینا ہی آج کے بنے شاعر اور ادیب کے نزدیک ادب کی بڑی خدمت کرنا ہے اس طرح ہی معاشرے کی اصلاح ممکن ہے۔''

(نوائے نقوی ص 83)

ایسے خیالات کا اظہار اگلے مضمون ''ادب کی خستہ حالی'' میں یوں پڑھنے کو ملتا ہے:

''تاریخ شاہد ہے کہ دنیا میں جتنے انقلاب رونما ہوئے ان میں ادبا شعرا نے کیا خدمات انجام دیں اور کس طرح اپنی قلم کی طاقت سے تلوار کا کام لیا آج گنتی کے چند ادبا میں بس وہی جذبہ اور عزم ملتا ہے باقی تو شہرت و دنیا کی حوس میں غرق حد تو اس وقت ختم ہو جاتی ہے جب ایک شاعر ادیب اہل قلم اور معاشرے کی اصلاح و فلاح کا دعویدار ہی معاشرے میں پھیلتی بے راہ روی اور جنسی میلانات کا مرتکب ملتا ہے پھر بھلا وہ اس کی روک تھام کے اسباب کہاں سے پیدا کرے گا اور کیا قلم کی حرمت کا وہ امین ہے؟ جو اپنی حرمت نہ بچا سکے اور حلال و حرام کی تمیز تک نہ کر سکے وہ آدمی کے روپ میں حیوانوں سے بھی بدتر مخلوق ہے ایسے دانشوروں اور ادیبوں سے کیسے انقلاب کی توقع رکھی جاسکتی ہے عقل ماؤف ہے۔'' (نوائے نقوی ص 85)

''کرونائی دور اور ادب'' پر اپنے مختصر مگر جامع کالم کو بہت خوبصورت الفاظ میں لکھا ہے جس میں اس وباء کے ادب پر پڑنے والے اثرات کو بیان کرنے کے بعد اس بات کی طرف اشارہ ملتا ہے کہ کس طرح شعرا کرام اور ادیبوں نے اس مشکل وقت میں لوگوں کا اعصابی و ذہنی تناؤ کم کرنے کی کوشش کی ہے اختتام کچھ یوں ہوتا ہے۔

''اس وبائی اور خوفناک دور نے دنیا کے ہر گوشے میں بیٹھے ہوئے شاعروں ادیبوں دانش مندوں کو الیکٹرانک میڈیا پر متحرک رکھا۔ عوام الناس کو اس پر آشوب دور اور ذہنی تناؤ سے نکالنے کے لیے انہوں نے اپنے فرائض نبھائے اپنی تحاریر کی صورت میں تمام واقعات و حقائق کی عمدہ عکس بندی پیش کی ان میں ناول افسانہ، افسانچے، نظمیں، غزلیات، قطعات و اشعار کے علاوہ دیگر اصناف سخن شامل ہیں اس تلخ ترین دور نے دنیا سے کئی ادبی ہیروں کو چرا کر موت کی آغوش میں سلا دیا خسارہ ادب کے لیے نا قابل تلافی نقصان ہے مگر دنیا کا کارواں اپنی ڈگر پر قائم ہے اور یہی قانون قدرت ہے۔''

(نوائے نقوی ص86)

معظّمہ نقوی نے بہت سے کتب پر تبصرہ جات بھی قلم بند کیے ہیں جن میں بیشتر اخبارات کی زینت بن چکے ہیں انہوں نے کچھ کو اس کتاب میں بھی شامل کیا ہے ان کو پڑھ کر احساس ہوتا ہے کہ کسی بھی کتاب کو پڑھنے کا انداز دوسرے لوگوں سے جدا ہے۔ وسیع ذخیرہ الفاظ ہونے کی وجہ سے اپنے خیالات کو انتہائی الفاظ میں غیر جانب دارانہ انداز میں تحریر کرتی ہیں۔ ''گوش بر آواز'' جو مشتاق دربھنگوی کی مرتب کردہ کتاب سے اس پر اپنی رائے کا اظہار یوں کرتی ہیں:

''عالمی سطح پر اردو ادب سے تعلق رکھنے والے شعرا و شاعرات کی ڈائریکٹری ''گوش بر آواز'' کے نام سے مرتب کی جس میں ایک اندازے کے مطابق

تقریباً 3343 شعراوشاعرات کا کلام یکجا کیا گیا اس ڈائریکٹری کو حروف تہجی ترتیب سے دس جلدوں میں شائع کیا گیا ہے اس ڈایریکٹری کو اردو کی عالمی ویب سائٹ ''ریختہ'' پر بھی محفوظ کیا گیا ہے۔'' (نوائے نقوی ص 88)

کتاب ''پہلا چہرہ'' کا تعارف اور شاعرا کے انداز بیان کے بارے میں آپ کی رائے یہ ہے:

''شاعری کا یہ مجموعہ آپ کی پہلی شاعری کاوش ہے 144 صفحات پر مشتمل شعری مجموعہ ''پہلا چہرہ'' میں مناجات، نعت، عاشور، نوحہ، ماں، حب الوطنی، غم دوراں و غم جاناں اور کہیں کہیں محبت کے گیت ملتے ہیں خوب صورت اچھوتے الفاظ کا چناؤ قوس قزح کے سارے رنگوں سے لپٹے آپ کے حرف اور اسلوب کی جدت آپ کو دوسرے شعرا سے ممتاز کرتی ہے۔''

(نوائے نقوی ص 89)

''خیال کے حقائق'' کا تجزیہ یوں کیا ہے:

''حال ہی میں آپ (جسارت خیالی) کا شعری نسخہ غالب کے نقش قدم پر منظر عام پر آیا جس میں آپ نے غالب صاحب کی زمینوں پر طبع آزمائی کی ہے جس کو پڑھ کر قاری پہ خیالی کا تخیل وحقیقت عیاں ہو جاتی ہے۔''

(نوائے نقوی ص 91)

نثر ہائیکو کی پہلی شاعرہ انیلا طالب کی کتاب ''چھولو آسمان'' پر تبصرہ کرتے ہوئے محترمہ نزہت اصغر کے الفاظ بھی پڑھنے کو ملتے ہیں:

''انیلا طالب نوجوان خواتین شعرا میں ایک قابل غور قابل فخر اور دلکش اضافہ ہیں''

اس کے بعد اپنی رائے اا ظہار یوں کیا ہے۔

''آپ کے کلام میں فلسفہ حیات اور عشق حقیقی اور مناظر فطرت سے گہری رغبت ملتی ہے شاعری میں جدت کا عکس بھی ملتا ہے۔'' (نوائے نقوی ص 93)

گل بخشالوی کی 2019 میں شائع ہونے والی کتاب ''نظم آراستہ'' پر تبصرہ کرنے بعد ان کے بارے میں کچھ یوں لکھا ہے:

''گل بخشالوی کی یہ روشن خیالوی اور مثبت انداز فکر ان کو اپنے ہم عصر میں نمایاں مقام عطا کر رہی ہے ہم ان کی ادبی خدمات کو سلام پیش کرتے ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ رب العزت ان کا سایہ تادیر اردو ادب کے سر پر سلامت رکھے اور یونہی گل بخشالوی اپنے قلم کی نوک کے ذریعے اردو کی زلفیں سنوار کر اپنی آنے والی نسلوں کے قلب واذہان میں ودیعت کرتے جائیں۔''

(نوائے نقوی 96)

''دلبر مولائی اک نظر میں'' لکھا گیا ہے:

''آپ کی شاعری میں حمد، نعت منقبت، سہرا، قصیدہ اور استغاثہ شامل ہے ان تمام اصناف میں آپ نے اپنی فنی مہارت کے جوہر دکھائے ہیں آپ کے کلام واسلوب میں جدت آمیزی شامل ہے وطن سے محبت کا اظہار کرنے کا انداز آپ کا اپنا ہے۔'' (نوائے نقوی ص 97)

رحمت عزیز چترالی کی نعت گوئی کے بارے میں یوں لکھا ہے:

''شانِ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' کی مدحت کرنے کا مقدس شرف آپ کو نصیب ہوا تو آپ نے اپنے قارئین اور ادب سے عقیدت رکھنے والوں کو تحفے کی صورت میں اس کو معہ ترجمہ پیش کرنے کا ذمہ بھی خود اٹھا لیا آپ کو اسلوب لفظوں میں چاشنی منفرد انداز بیاں آپ کی انفرادیت کا سبب ہے آقائے دو جہاں کی مدحت سرائی میں آپ کے لہجے کی روانی ہی وجدانی کیفیت پیدا کرتی ہے۔'' (نوائے نقوی ص 99)

آپ نے قیصر عمران کو اولیا کے شہر کا باسی قرار دی ہے اور اس کی شاعری میں عشق حقیقی

کی نشان دہی اس انداز میں کی ہے۔

’’آپ کے مزاج پہ عشق حقیقی کا غلبہ بھی نمایاں ہے آپ کی محبت کا بنیادی عنصر رب دو جہاں کے بعد آقائے دو جہاں اور آل محمد مصطفیٰؐ نبی ہیں۔‘‘

(نوائے نقوی ص100)

محترم ارشاد ڈیروری کو ’’کربلائی شاعر‘‘ قرار دیتے ہوئے سرائیکی میں ان کی خدمات کو یوں لکھا ہے:

عصر حاضر کے مرزا دبیر اگر ارشاد ڈویری کو کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا اپنے وسیب کی طرف سے ’’کربلائی شاعر‘‘ کا خطاب بھی آپ کو ملا ہے۔‘‘

(نوائے نقوی ص101)

سید مبارک علی شمس کے ادبی سفر کا تذکرہ یوں کیا گیا ہے:

’’دنیائے ادب کی چمکتی کہکشاں میں ہر ستارے کی ایک الگ پہچان ہے اور اپنے کام و خدمات کی بنا پر ہی اسے دیگر ستاروں میں اانفرادیت حاصل ہوتی ہے انہی ستاروں کے جھرمٹ میں ایک درخشاں ستارہ سید مبارک علی شمسی بھی ہے جو کسی تعارف کے محتاج نہیں آپ کئی شہکار نسخوں کے خالق ہیں صحافت اور حکمت و ادب کے میدان میں آپ کی شخصیت سے ہر فرد آشنا ہے منفرد اسلوب اور طرزِ بیان دونوں آپ کی منفرد شخصیت کا حوالہ ہیں آپ نے نثر میں مضامین نویسی، کالم نگاری میں طبع آزمائی کی۔ شاعری میں حمد، نعت، سلام، مرثیہ، رباعی، کافی، منقبت، نظم، غزل، نغمہ، ہائیکو اور دیگر صنف سخن میں قلم فرسائی کرنے کی کامیاب سعی کی ہے۔‘‘ (نوائے نقوی ص103)

’’صاحب اسلوب شاعر اعظم سہیل ہارون، کے مجموعہ کلام غزلیات پر اپنی رائے کا اظہار یوں کیا ہے ’’لمحہ لمحہ قرار ہے صاحب‘‘ انکا ایک ہی بحر اور ایک

ہی ردیف میں غزلیات کا مجموعہ ہے جس میں انہوں نے اپنے محبوب کے خدو خال اس سے جدائی کے نوحے بے وفائی پر شکوے اور شکائتیں کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے فن کا بھی بھرپور مظاہرہ کیا ہے جو انہیں عہد جدید کے دیگر شعرا میں ممیز اعلیٰ کرتا ہے۔'' (نوائے نقوی ص 105)

''قربان حسینؑ کی مجبوریوں'' میں نقوی صاحبہ نے ان کے کلام پر رائے زنی کرنے ساتھ ساتھ ان کے تخلص ''حسینؑ'' کے بارے میں بھی بات کی ہے:

''آپ طبیعت مصنوعی پن سے نابلد ہے شہرت طلبی کی بجائے آپ کی کوشش ہمیشہ لفظوں کا جادو جگانے پر مرکوز رہی اہل بیت اطہار سے مودت کی بنا پر آپ نے اپنا تخلص حسین رکھا۔'' (نوائے نقوی ص 107)

طیار مہدی کو ''رقت آمیز لہجے کا شاعر، قرار دیتے ہوئے ان کی شاعری میں رقت انگیزی پر اپنی رائے کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے۔

''آپ کی سحر آمیز شاعری اور بولتے لفظ ہجر و صال کی تمام کیفیات کے مناظر کا جو نقشہ اپنے انداز میں بناتے ہیں قاری کے اندر رقت قلب و سرور کی خط وجدانی سی کھینچ جاتی ہے۔'' (نوائے نقوی ص 109)

انیلا طالب کی عاجزی اور انکساری کا تذکرہ یوں کرتی ہیں:

''آپ کی قلم نے اچھوتے مضامین تراش کر نہ صرف اپنا بلکہ پورے ملک و قوم کا سر فخر سے بلند کیا شخصیت میں عاجزی اور طبیعت میں انکساری ہے اور کیوں نہ ہو مقلد رومی جو ٹھہریں ان کی تعلیمات کو اپنا اوڑھنا بچھونا گردانتی ہیں۔'' (نوائے نقوی ص 111)

جناب مشتاق دربھنگوی کی کتاب پر تبصرہ کو ان الفاظ پر ختم کرتی ہیں:

''یہ منفرد کام دین و دنیا دونوں میں آپ کی نجات کا باعث ہے رہتی دنیا تک

آپ کی یہ خوبصورت کاوش سنہری حروف میں یاد رکھی جائے گی۔''

(نوائے نقوی ص113)

''شہر مراد'' کی غزلیات کا تجزیہ ان الفاظ میں کیا ہے۔

''آجکل کے دور کی غزل میں عموماً قافیہ پیمائی ہی ملتی ہے جبکہ آپ کے کلام میں نہ صرف کلاسیکیت وجدت کا حسین امتزاج ہے بلکہ آپ نے نئے نئے موضوعات اور مضامین کو بھی اپنے اشعار میں جگہ دی۔''

(نوائے نقوی ص114)

مرشد ماھم پر ایک طائرانہ نظر'' میں پہلے محمد یعقوب فردوسی کی شخصیت اور انداز کلام پر بات کی ہے پھر ان کے تصور مرشد کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

''یعقوب فردوسی کی مذکورہ کتاب پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ انہیں تصوف سے کس قدر لگاؤ ہے یہی وجہ ہے کہ وہ ہمیشہ قلندرانہ لباس پہنتے ہیں وہ دنیاوی عیش وعشرت کی بجائے ہمیشہ سادگی کے ساتھ زندگی گزارنا ناپسند کرتے ہیں ان کے متاع حیات مرشد ماھم کی نظر التفات ہے انہیں اپنے اردگرد سوتے جاگتے اٹھتے بیٹھتے غرض ہر سو مرشد ماھم ہی دکھائی دیتا ہے۔''

(نوائے نقوی ص118)

فرزانہ فرحت کی شخصیت اور فن کے بارے میں یوں کہتی ہیں:

''فرزانہ فرحت کی شخصیت وفن کو جانچنے کے لیے ان کا کلام ہی مکمل دلیل ہے آپ کے جذبے کھرے اور آئینے کی مانند شفاف ہیں۔''

(نوائے نقوی ص121)

رابعہ شاہین کے افسانوی مجموعے ''لفظ لفظ حقیقت'' کے بارے میں کچھ ان الفاظ میں اظہار رائے کیا ہے:

''آپ کی کتاب لفظ لفظ حقیقت جو کہ بارہ کہانیوں کا مجموعہ ہے جو کہ آپ نے اپنے اردگرد رونما ہونے والے حالات وواقعات کے پیش نظر لکھیں ایک لکھاری اپنے معاشرے میں ہونے والے ظلم وجور کو مشاہداتی تجزیے کی بنا

پر اپنے قلم کے ذریعے ہی دیگر لوگوں تک پہنچا تا ہے تا کہ معاشرے کی ممکن اصلاح وفلاح کا عمل جاری رہ سکے اور مزید انتشار پھیلنے سے روکا جا سکے۔''

(نوائے نقوی ص123)

''اک فوجی کی قلم سے'' میں بریگیڈیئر صولت رضا (ر) کی کتاب کے بارے میں یوں لکھا ہے:

''بریگیڈیئر صولت رضا فوجی افسر نے اپنے قلم سے قارئین کو اکتوبر 1975 میں ''کاکولیات'' کے نام سے ایک تحفہ نذر کیا۔ یہ کتاب پاکستان ملٹری اکیڈمی کاکول میں زیر تربیت کیڈٹ کی پہلی آپ بیتی ہے۔ ادب سے والہانہ عقیدت آپ کی نثری تخلیقات سے نمایاں ہے جو آپ کی طبیعت کی فطری نفاست و قلم سے محبت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔'' (نوائے نقوی ص124)

ادب نواز شخصیت پروفیسر جاوید گل گشکوری کے بارے میں یہ الفاظ پڑھیے:

''آپ نے شعری میدان میں جن اصناف پہ طبع آزمائی کی ان میں حمد، نعت، غزل، نظم، ہائیکو، قطعہ، رباعی وغیرہ شامل ہیں آپ کے روحانی اساتذہ میں میر و ناصر کاظمی کا نام سرفہرست ہیں۔ آپ ان سے بے پناہ عقیدت رکھتے ہیں شاعری میں آپ کے دو تخلص ملتے ہیں جاوید اور گل۔''

(نوائے نقوی ص125)

زاہد اقبال کی ادبی خدمات کا ذکر یوں کیا گیا ہے:

''آپ ایک ادبی مجلہ ''قلم و قرطاس'' کے مدیر اعلی اور سالانہ کتابی سلسلہ ادبی ستارے کی اشاعت کا اعزاز بھی رکھتے ہیں بھیل ادبی انٹرنیشنل لائبریری کے نام سے آپ نے اپنی رہائش گاہ پر ایک عالی شان لائبریری بنا رکھی ہے جس میں مختلف موضوعات پر ہزاروں کتابیں موجود ہیں جن سے علم و ادب سے شغف رکھنے والے بہت سارے افراد بھرپور استعفادہ حاصل کر رہے ہیں۔''

(نوائے نقوی ص127)

# معظّمہ نقوی بطور تالیف وترتیب

اگر تاریخ انسان بغور کا مطالعہ کیا جائے تو اہل قلم حضرات نے جتنا کچھ نبی پاک ﷺ اور آل محمدؐ کے بارے میں بیان کیا ہے۔ وہ اظہار مودت دنیا کی دوسری شخصیات کے بارے میں نہیں ہوا خصوصاً شعرا کرام نے محمدؐ وآل محمد ﷺ کے فضائل ومصائب پر جو کچھ اور جتنا کہا ہے وہ عدیم المثال ہے اور اس پر معجزہ یہ ہے کہ دنیا کی ہر زبان میں محمدؐ وآلِ محمدؐ کی مدح سرائی کی گئی ہے۔ دنیا کا شاید ہی کوئی بدبخت شاعر اور خصوصاً مسلمان شاعر ایسا ہوگا جس نے محمدؐ وآل محمدؐ پر کچھ نہ لکھا ہو ورنہ ہر شاعر ان پاک ہستیوں کے ذکر کو اپنی کامیابی کا راز سمجھتا ہے اور حقیقت تو یہ کہ پندرہ صدیوں کا زمانہ گرز چکا ہے مگر محمد ﷺ وآل محمدؐ کی مدح کرتے ہوئے ذکر کراؤں گا۔'' تو محمدؐ وآل محمدؐ سے بڑھ کے خدا کا ذکر کوئی کر ہی نہیں سکتا یہ وہ ہستیاں ہیں جو جب تک وہ رسالت مآب اور اہل بیت کرام سے باقی مخلوق سے بڑھ کے بلکہ بہت بڑھ کر محبت نہیں کرتا اس لیے ہر مسلمان کی کوشش ہوتی ہے کہ سراپا عصیاں ہونے باوجود اس کا شمار اہل ایمان میں ہو اور اہل ایمان ہونے کی شرطِ اوّل محمدؐ وآل محمدؐ سے مودت ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ خود سرورِ دوعالم ﷺ نے اپنے صحابہ کرام اور اہلِ بیتؓ کی شان بیان فرمائی ہے تو محمدؐ وآل محمدؐ اور صحابہ کرام کی منقبت کہنا سنت پیغمبر ہے۔ اہلِ بیت کی مودت کا بیان جہاں افضل عمل ہے وہاں اس منقبت کو محفوظ کرنا کتابی شکل میں شائع کروانا اور اجر و ثواب کے نکتہ نظر سے تقسیم کرنا اس سے بڑا عمل ہے۔ یقیناً ایسا کام وہی لوگ سرانجام دیتے

ہیں جو محمدؐ و آل محمدؐ سے اتھاہ محبت کرتے ہیں اس کام کے لیے خدا نے ان کو چنا ہوا ہوتا ہے رستے کی کوئی رکاوٹ ان کو اس نیک مقصد سے پرے نہیں ہٹا سکتی ایسے ہی خوش قسمت لوگوں میں ایک نام معظّمہ نقوی کا بھی ہے جنہوں نے سلام و منقبت کو مودت نامہ کی صورت میں مرتب کر کے اردو ادب کی امیری میں اضافہ کا شاندا کام سرانجام دیا ہے اس کتاب کی سب سے خوبصورت بات یہ ہے کہ نقوی صاحبہ نے میر ببر علی انیس سے لے کر اپنے آپ پر چیدہ چیدہ شعرا کرام کے مدحیہ کلام کو شامل کیا ہے آپ نے نمونہ کلام کے ساتھ ہر شاعر کی تاریخ پیدائش اور تاریخ وفات کو بھی لکھا ہے اس کتاب میں ہمیں ہر صنف سخن میں کلام پڑھنے کو ملتا ہے۔ آزاد نظموں کی صورت میں ہر نظم پر عنوان بھی تحریر کر دیا گیا ہے پروفیسر عاصم بخاری آپ کی اس کوشش کے بارے میں یوں کہتے ہیں۔

''اس انتخاب کا دائرہ کار بہت وسیع ہے جس میں انہوں نے برصغیر کے نمائندہ سلام و منقبت اور نوحہ و مرثیہ گو شعرا کو شامل کر کے نہ صرف ایک خوبصورت گلدستہ پیش کیا ہے بلکہ رثائی اور کربلائی ادب کی تا حال تاریخ رقم کر دی ہے، اور یہ بات پورے وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ اس سلسلے کی کڑی ہے جس کا نقطہ آغاز کربلائے معلیٰ سے ہوتا ہے اور مرثیہ کی تاریخ عربی زبان سے فارسی اور فارسی سے برصغیر کی اردو زبان تک جو ایک کڑی ہے اس کو ملا کر انہوں نے ایک شاہکار ادبی کارنامہ سرانجام دیا ہے۔''

(مودت نامہ، معظّمہ نقوی ص10)

اسی بحث میں خانم زاہدہ بخاری ڈائریکٹر خانہ فرہنگ اسلامی جمہوریہ ایران ملتان نے یوں حصہ لیا ہے:

''معظّمہ نقوی نے ''مودت نامہ'' کی صورت کہنہ مشق اور دور حاضر کے مستند شعرائے کرام کے سلام و منقبت کا گلدستہ سجا کے اہل قلب و نظر کے سامنے رکھ دیا ہے جس کے ایک ایک پھول سے دلائے محمدؐ و آل محمدؐ کی خوشبو

شام حال کو معطر کر رہی ہے انکا یہ انتخاب کربلائی شاعری میں ایک گرانقدار اضافہ ہے جو ان کے لیے دنیاو آخرت میں کامیابی کی نوید ہے۔''

(فلیپ مودت نامہ، معظّمہ نقوی)

پروفیسر ڈاکٹر سید قاسم جلال اس کتاب کو ایک نعمت قرار دیتے ہیں:

''محترمہ معظّمہ نقوی کی پیش نظر کتاب ''مودت نامہ سلاموں اور منقبتوں کا مجموعہ ہے اس میں تقریباً سو کے لگ بھگ عقیدت پارے اپنے دل نشین اور دل نواز اسلوب کے ساتھ معجزہ نمائیاں کر رہے ہیں قدیم وجدید شعرا کے شہ کار کلام کی یہ خوبصورت انتخاب یقیناً اہل دل اہل نظر اور اہل سخن کے لیے ایک نعت غیر مترقیہ سے کم نہیں۔'' (بیک فلیپ مودت نامہ معظّمہ نقوی)

یٰسین ثاقب بلوچ آپ کی اس کوشش کو سراہتے ہوئے یوں کہتے ہیں:

''حقیقت یہ ہے کہ ہم ایسے پُر آشوب دور سے گزر رہے ہیں کہ یہاں ادب عام رسوائی بھینٹ چڑھ رہا ہے ضرورت اس امر کی ہے کہ معاشرتی بے حسی کو ختم کرنے کے لیے ہم ان ادبی تخلیق کاروں کی حوصلہ افزائی کریں جو دیانت داری سے ادب کی خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔''

(غیر مطبوعہ یٰسین ثاقب بلوچ)

پروفیسر عاصم بخاری اس کتاب کے مثبت اثرات پر یوں بات کرتے ہیں:

''معظّمہ نقوی نے اس روایت جو تذکرہ نگاری اور شعری انتخابات کی صورت ازسرنو زندہ کر دیا ہے یہ ایک خوش آئند بات ہے اور اس کے مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں اور ایک ساتھ بہت سے لوگوں کی عقیدتوں اور محبتوں کو سلام پیش کرنے کا موقع ملتا ہے جس سے سیرتِ محمدؐ وآل محمدؐ منظوم انداز میں شعور سے ہوتی ہوئی تحت الشعور تک جا پہنچتی ہے اور پھر ایسے میں ان کی سیرت پر عمل کی توفیق بھی ملتی ہے اور دنیاو آخرت سے نجات بھی۔''

(مودت نامہ، معظّمہ نقوی ص 11)

اب کچھ بات اس کتاب میں درج نمونہ کلام کی میر ببر علی انیس کہتے ہیں کہ اگر کربلا کی خاک میری خاک میں مل جائے تو وہ کیمیا ہو جائے گی۔

غبار رہ کربلا ہو گئی
مری خاک بھی کیمیا ہو گئی (مودت نامہ معظّمہ نقوی ص13)

آغا شاعر دہلوی امام کی مظلومیت کو اپنے ندرانہ عقیدت میں یوں ظاہر کرتے ہیں:

تکتے ہیں آسمان و زمیں کو کھڑے حسینؑ
اک خون بے گناہ کا چلو لیے ہوئے

(مودت نامہ معظّمہ نقوی ص14)

اقبال ساجد امام عالی مقامؑ کی شہادت کو حق وصداقت کا اقتباس قرار دیتے ہیں:

جو تو نے خون سے لکھی حسینؑ وہ تحریر
کتاب حق و صداقت کا اقتباس ہوئی
کبھی بجھا نہ سکے گی تیرے چراغ کی لو
کہ جمع تیری امانت ہوا کے پاس ہوئی

(مودت نامہ، معظّمہ نقوی ص26)

اکبر خان نیازی نے ان الفاظ میں امام حسینؑ کی تعریف بیان کرتے ہیں:

وہ کوہ عزم و بقا استقامت کردار
زمانہ دے نہ سکا آج تک مثال حسینؑ
ہزار بار ملے زندگی تو اے اکبر
ندائے جد حسینؑ و نثار آل حسینؑ

(مودت نامہ معظّمہ نقوی ص30)

حفیظ تائب نے تعلیمات حسینؑ سے جو کچھ سکھا اسے یوں بیان کیا:

مجھے امام نے سمجھائے ہیں نکات حیات
سواد کفر میں جینا حرام جانتا ہوں

نگاہ کیوں ہے مری ظاہری جانتا ہوں
جو خود کو آل نبی ک غلام جانتا ہوں
میں جان و مال کو پھر کیوں عزیز رکھتا ہوں
جو خود کو پیرو خیرالانام جانتا ہوں

(مودت نامہ معظّمہ نقوی ص44)

آج کے پر آشوب دور کے تناظر میں شفقت کاظمی امام حسینؑ کی ضرورت یوں بیان کرتے ہیں:

کمی حسینؑ کی اب بھی ہے کاظمی ورنہ
یزید آج بھی دنیا میں پائے جاتے ہیں

(مودت نامہ معظّمہ نقوی ص78)

عاصم پیرزادہ نے شفاعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے مدح حسینؑ کو لازم وملزوم قرار دیا ہے:

اس کو نصیب ہو گی شفاعت حضور کی
دنیا میں جس نے جانا مرتبہ حسینؑ کا

(مودت نامہ معظّمہ نقوی ص100)

معظّمہ نقوی کا خراج عقیدت کچھ یوں ہے:

مولا حسینؑ پیکر تفسیر لا اِلٰہ
مولا حسینؑ قاری و قرآن کی آبرو
مولا حسینؑ محسن تاریخ ہست و بود
مولا حسینؑ بندو یزداں کی آبرو

(مودت نامہ معظّمہ نقوی ص128)

آخر میں یہ بات بہت وثوق سے کہتا ہوں کہ اس کتاب میں عشق، شوق، اشتیاق، سوز وگداز اور عجز سمیت کئی ایک نایاب گوہر موجود ہیں میر انیس سے معظّمہ نقوی تک ہر خوش

بخت شاعر نے اپنے اپنے دور میں حُبّ توفیق اپنی شاعری کو ذکرِ محمدؐ آل محمدؐ سے مشرف کیا ہے اور یہ سلسلہ تا قیامت جاری رہے گا اور معظّمہ نقوی کا مودت نامہ پیاسی روحوں اور بے چین دلوں کے لیے آب حیات کا ذریعہ بنے گا۔

قسمت سے ہی ملتی ہے یہ توفیق کسی کو
ہر ایک کو یہ کام سدھایا نہیں جاتا

# خوبصورت انتخاب ''کفِ دست''

کچھ تخلیق کار ایسے بھی ہوتے ہیں جو ہمہ وقت محبت وخلوص کے جذبے سے سرشار دکھائی دیتے ہیں اور وفا شعاری ان کی شخصیت کے اہم پہلوؤں میں شامل ہوتی ہے اور انہیں تخلیقی سانچہ استوار کرنے کے لیے الفاظ تراشنے کی ہرگز ضرورت نہیں پڑتی بلکہ ان پر تو لفظوں کا نزول ہوتا ہے اور مصرعے خودبخود بنتے چلے جاتے ہیں جذبات واحساسات کا اظہار یہ فطری ہو تو مصرعوں میں نفاست کی چاشنی کانوں میں امرت کا رس گھولتی ہے۔

غزل گوئی کو شاعری میں وہی مقام و مرتبہ اور حیثیت حاصل ہے جو جسمِ انسانی میں روح کو حاصل ہے یعنی جس طرح روح کے بغیر جسم بے جان و مردہ ہو جاتا ہے ویسے ہی غزل کے بغیر شاعری بے وقعت و بے معنی ہو جاتی ہے گویا غزل کو شاعری کی روح کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا اور اس طرح غزل گوئی کا حق بھی ادا ہوگا۔

یوں تو محترمہ معظّمہ نقوی کی شخصیت ادیب، محقق دانش ور تحقیق کار علم و ادب کی ہر صنف میں ابھر کر سامنے آتی ہے وہاں ان کی شخصیت بطور تالیف و ترتیب (غزل) بھی سامنے آئی ہے۔ اس میدان میں بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو کامیابی و کامرانی عطا فرمائی ہے انہوں نے بہت مہارت کے ساتھ میر سے معظّمہ تک ہر موضوع ہر غزلیات کو ایک کتاب ''کفِ دست'' میں جمع کر کے بہت سارے موضوعات کو ایک جگہ اکٹھا کر دیا ہے۔ ان غزلوں میں روایتی موضوعات کے علاوہ معاشرتی ناہمواریوں کا ذکر بھی ملتا ہے اور دانش وحکمت کی

باتیں بھی پڑھنے کو ملتی ہیں فلسفیانہ پن کے ساتھ تلمیحات و استقارات کا استعمال بھی بروقت اور موقع محل کے عین مطابق ہوا ملتا ہے۔اس کتاب کے بارے میں صدر شعبہ اردو پروفیسر آفتاب حسین سرائی غازی یونیورسٹی ڈیرہ غازی خان یوں کہتے ہیں۔

''شعری انتخاب پر مشتمل یہ کاوش اپنی جگہ ایک اہمیت اور پذیرائی کی حامل ہے اس کے ذریعے معظّمہ نے میرے سے اپنے حسن انتخاب کا سلسلہ شروع کیا اور کئی صدیوں کی تلخیص اس کتاب میں یوں کر دی ہے۔ ہر عہد کا نمایاں اور مقبول شاعر اپنے کلام کا گلدستہ لیے ہمارے سامنے موجود ہے۔شعر کا انتخاب بھی ایک خاصا مرحلہ ہے اور یہ انتخاب ایسا کر دیا جائے کہ ہر خاص و عام کی توجہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے تو یہ حسن انتخاب جانا جاتا ہے۔'' ( کفِ دست، معظّمہ نقوی ص 25)

اس کتاب کی ایک خوبصورتی یہ بھی ہے کہ اس میں غزلوں کے علاوہ نظمیں بھی شامل ہیں پہلے نظموں کی بات کرتے ہیں کیوں کہ ان کی تعداد کم ہے نظم دیہات کی شام کی منظر نگاری

سرخ مئے برسا رہا تھا شام کا رنگین شباب
جھک رہا تھا دور کھیتوں کے کنارے آفتاب
سرنگوں تھی ٹہنیاں شرما رہے تھے سبزہ زار
آ رہی تھیں نیند کی پریاں ہواؤں پر سوار

( کفِ دست معظّمہ نقوی ص 11)

ڈاکٹر علامہ محمد اقبال نے اپنی ایک نظم میں پنجابی مسلمان کی حالت میں یوں بیان کی ہے:

تحقیق کی بازی ہو تو شرکت نہیں کرتا
ہو کھیل مریدی کا تو برتا ہے بہت جلد

( کفِ دست، معظّمہ نقوی ص 23)

نظم ''عورت کی حفاظت'' میں مسلمان قوم کی لاپرواہی کی بات کچھ یوں کرتے ہیں:

نے پردہ تعلیم نئی ہو کہ پرانی

نسوانیت زن کا نگہبان ہے فقط مرد

جس قوم نے اس زندہ حقیقت کو نہ پایا

اس قوم کا خورشید بہت جلد ہوا مرد

(کفِ دست، معظّمہ نقوی ص32)

محسن نقوی انسان کو حقیقت سے آشنا ہونے کا درس یوں دیتے ہیں:

پاگل آنکھوں والی لڑکی

اتنے مہنگے خواب نہ دیکھو تھک جاؤ گی

(کفِ دست معظّمہ نقوی ص41)

رومانوی رنگ میں انکی اس نظم کی یہ چند سطریں:

اگر کبھی میری یاد آئے

تو چاند رات کی نرم دیگر روشنی میں

کسی ستارے کو دیکھ لینا

اگر وہ نخل فلک سے اڑ کر تمہارے

قدموں میں آ گرے

تو یہ جان لینا وہ میرا دل تھا

اگر نہ آئے مگر یہ ممکن ہی کس طرح ہے

کہ تم کسی پر نگاہ ڈالو

تو اسکی دیوار جاں نہ ٹوٹے

وہ اپنی ہستی نہ بھول جائے

(کفِ دست، معظّمہ نقوی ص48)

جدائی کی کیفیت کو بیان کرتی اس نظم کا یہ بند۔

ہم تم ملے تھے جہاں جہاں

ہیں ساجناں

ہم تم ملے تھے جہاں جہاں

تیری جدائی سہی نہ جائے

آنکھیں یہ روئیں دل بولے ہائے

(کفِ دست، معظّمہ نقوی ص 53)

عرش صدیقی اپنی نظم میں محبوب سے لوٹ آنے کی درخواست یوں کرتے ہیں۔

اسے کہنا ہوائیں سرد ہیں

زندگی کی کہرے دیواروں میں لرزاں ہیں

اسے کہنا شگوفے ٹہنیوں میں سر رہے ہیں

اور ان پر برف کی چادر بچھی ہے

اسے کہنا اگر سورگ نہ نکلے گا

تو کیسے برف پگھلے گی

اسے کہنا کہ لوٹ آئے

(کفِ دست، معظّمہ نقوی ص 52)

کچھ باتیں اس کتاب میں شامل غزلوں کے موضوعات کی۔

## سراپا نگاری:

کل چودہویں کی رات تھی شب بھر رہا چرچا تیرا

کچھ نے کہا یہ چاند ہے کچھ نے کہا چہرہ تیرا

ہم بھی وہیں موجود تھے ہم سے بھی پوچھا کیسے
ہم ہنس دیئے ہم چپ رہے منظور تھا پردہ تیرا

(کفِ دست معظّمہ نقوی ص35)

وہی آنکھیں وہی چہرہ وہی پیکر دیکھوں
دل کے آئینے میں ایک شخص برابر دیکھوں
آنکھیں کھولوں تو فقط دھند کا سایہ سا لگے
بند آنکھیں ہوں تو ہر نقش اجاگر دیکھوں

(کفِ دست، معظّمہ نقوی ص51)

## ہجر و جدائی کا ذکر:

اب کے ہم بچھڑے تو شاید کبھی خوابوں میں ملیں
جس طرح سوکھے ہوئے پھول کتابوں میں ملیں
ڈھونڈا جڑے ہوئے لوگوں میں وفا کے موتی
یہ خزانے تجھے ممکن ہے خرابوں میں ملیں

(کفِ دست معظّمہ نقوی ص38)

فاصلے ایسے بھی ہونگے یہ کبھی سوچا نہ تھا
سامنے بیٹھا تھا وہ میرے اور وہ میرا نہ تھا
وہ کہ خوشبو کی طرح پھیلا تھا میرے چارسو
میں اسے محسوس کر سکتا تھا چھو سکتا نہ تھا

(کفِ دست، معظّمہ نقوی ص58)

## عشق کا ذکر:

عشق ایسا عجیب دریا ہے
جو بناء ساحلوں کے بہتا ہے

(کفِ دست، معظّمہ نقوی ص50)

## جدائی کی وجہ:

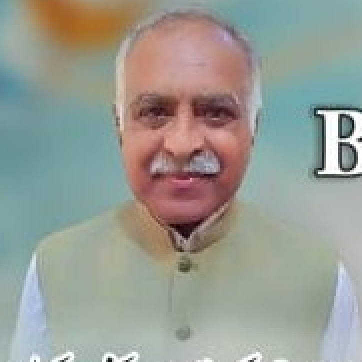
تھکن تو اگلے سفر کا بہانہ تھا
اسے تو یوں بھی کسی اور سمت جاتا تھا
وہی فراق کی باتیں وہی حکایت وصل
نئی کتاب کا اک اک ورق پرانا تھا

(کفِ دست، معظّمہ نقوی ص50)

## حاصل محبوب کا طریقہ:

یہ کھیل ایسا نہیں یونہی جیت ہو جائے
کسی مقام پہ ہستی کو ہارنا ہو گا
وہ مل تو جائے گا مگر ارشد ذرا ایسے
طلب میں اس کی زمانے کو ہارنا ہو گا

(کفِ دست، معظّمہ نقوی ص82)



# Behn aur Beti

by

Dr. Muhammad Ayub

ڈاکٹر محمد ایوب میرے پی ایچ ڈی کے ہم جماعتی ہیں اور اب ہم ایک خاندان کے ممبر کے طور پر جانے جاتے ہیں۔ بلاشبہ ڈاکٹر صاحب مثبت سوچ کے مالک اور انتہائی مہمان نواز ہیں۔ آپ کا شمار پنجابی ادب کے ان افراد میں ہوتا ہے جو دن رات اس ادب کی امیری کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔ اگرچہ آپ کا زیادہ کام پنجابی زبان وادب میں ہے مگر میرے لیے یہ امر خوشی کا باعث ہے کہ انہوں نے اردو زبان وادب کا مطالعہ کر کے اس میں بھی طبع آزمائی شروع کر دی ہے اور اس کا ثبوت ان کی اردو تنقید کی کتاب ''بہن اور بیٹی'' ہے۔

اس کتاب کو مطالعے کے بعد میں یہ بات کہنے میں حق بجانب ہوں کہ ڈاکٹر محمد ایوب کو رشتوں کو سنبھالنا اور نبھانا احسن طریق پر آتا ہے۔ انہوں نے اس کتاب کے ذریعے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ کچھ رشتے خون کے رشتوں سے زیادہ اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ کتب کا تجزیہ کرتے وقت انتہائی غیر جانبداری کا مظاہرہ اور اعلیٰ محقق کا کردار ادا کیا ہے۔ جو بات لکھی اس کا ثبوت دے فراہم کیا اس طرح سے ان کی تحریر نے لکھنے والوں کے لیے حوالے کی تحریر بن گئی ہے۔ میں دل کی اتھاہ گہرائیوں سے ڈاکٹر محمد ایوب کو اس کتاب کی اشاعت پر دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ اللہ رب العزت ان کے قلم کی یہ روانی ایسے ہی برقرار رکھے۔

**ڈاکٹر ارشد اقبال ارشد**

وائس پرنسپل گورنمنٹ، دیال سنگھ کالج لاہور

ISBN: 978-969-2211-59-8



MEHAR GRAPHICS & PUBLISHERS
0306-5267717, 0313-6167717
rashidh30@gmail.com